

محبتِ حسن شیبانی حیات اور خدمات

مولف

عثمان ابراہیم علی البوکری
لکچرر الفاتح یونیورسٹی - طرابلس، لیبیا

مترجم

ڈاکٹر البوسفیان اصلاحی
شعبہ عربی - مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

نام کتاب : محمد بن حسن شیبانی - حیات اور خدمات
 مصنف : عثمان ابراہیم علی ابو بکر
 کلچر الفائن یونیورسٹی - طرابلس، لیبیا
 مسترجم : ڈاکٹر ابو سفیان اسلامی
 شعبہ عربی - مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ
 ایڈیٹر : مسترجم
 ناشر : مصنف
 قیمت : 25/-
 مطبع : میتھوکل پریس، علی گڑھ
 کاتب : میرٹھ فرقان

علی گڑھ:

ایجوکیشنل بک ہاؤس - اے، ایم، یو مارکیٹ - علی گڑھ

فہرست

۵	مقدمہ
۶	تہذیب
	محمد بن حسن شیبانیؒ کے عہد کے سیاسی اور علمی حالات
	پہلا باب
۱۱	حیات۔ محمد بن حسن شیبانیؒ
۱۱	۱۔ نام اور کنیت
۱۲	۲۔ حسب و نسب
۱۳	۳۔ تشو و نما
۱۳	۴۔ اخلاق و عادات
۱۳	۵۔ علمی مقام
۱۵	۶۔ جمع اور تعدیل میں آپ کا مقام
۱۷	۷۔ منصب قضاہ پر فائز ہونا اور سلاطین کے تعلق آپ کا موقع
	دوسرا باب
۲۶	محمد بن حسن شیبانیؒ۔ علمی پہلو
۲۶	۱۔ شیوخ
۳۶	۲۔ تلامذہ
۳۷	۳۔ وفات

تیسرا باب

محمد بن حسن شیبانی۔ علی سرگرمیاں

۴۰

۱۔ محمد بن حسن کی کتابوں کی اہمیت اور ان کے فائدے پر ان کے اثرات، ۴۱

۴۱

۲۔ بنیادی مصادر سے استفادہ

۴۲

۳۔ تالیفات محمد بن حسن

چوتھا باب

۱۰۔ الجامع الصغیر۔ ایک مطالعہ

۴۵

۱۔ صحت کتاب

۴۵

۲۔ صحت عنوان

۴۵

۳۔ سبب تالیف

۴۵

۴۔ مصادر کتاب

۴۵

۵۔ کتاب کا علی مقام

۴۵

۶۔ الجامع الصغیر کا اسلوب

۴۵

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

مقدمہ

الحمد لله الذي خلق الانسان وعلمه البيان وزيّن بها العقل
وشرّعه بالايمان والصلوة والسلام على اشرف المرسلين وعلى آله
الطاهرين۔

دنیا کے پاس ایسا کئی مشعل ہدایت نہیں تھا جس سے جہالت کی تاریکیاں
دور کی جاسکتیں اور وہی لوگوں کو ایسا کوئی آپ زلال میسر تھا جس سے امراض
قلب کا علاج کر سکتے تھے اور ہر دل کی اچھی تاریکیوں میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم
کتاب ہدایت کے ساتھ نشر فرما دئے۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے آپ کی ہدایت
پر لبیک کہہ کر ہر اہل دوستی میں داخل ہوئے اور شرف حاصل کیا، ایسے لوگوں
کو روکنے اور سے توڑا گیا۔ دنیا میں انھیں استحکام بخشا گیا، اور ان کے انتظام و اقتدار
میں وسعت و فراخی پیدا کی گئی۔ دورِ اول میں ایسے بے شمار علماء پیدا ہوئے جنہوں
نے صداقت و دیانت سے دینِ اسلام کو امت مسلمہ تک پہنچایا، دشمنانِ
اسلام کی ہزیمت کے لئے علم کا ہر کرکھ بھر گئے اور کلامِ رسول کا ایک بڑا ذخیرہ
امتِ مسلمہ کے لئے یکجا کر دیا۔ اور آپ کے کجرب ہوئے اقوال و احکام کو ایک لڑی
میں پرھوایا، اور اسے اپنی زبان و بیان کے توسط سے مسلمان کے حضور پیش کیا،
اور جماعتِ مسلمانوں میں مہیج و خیریت کی تدوین کی۔ یہ وہ علماء اکرام تھے جنہوں نے نہایت
تمام تر توانائی اور عرصہ جگہ کو ماہِ اسلام میں صرف کر دیا اور انھیں صلی اللہ علیہ
وسلم کے چھوٹے ہوئے اس مقدس فریضہ کی اداگی سے ایک طرف انہوں نے
اپنے ذہب کی خوشنودی حاصل کی اور دوسری طرف اپنے ضمیر کو مطمئن کیا۔

ہر زمانہ میں علماء اکرام اور امتِ اسلامیہ کے غیرت مند حضرات قرآن کریم اور
احادیث شریفہ کے باب میں اسی طرح یہ متحد کی فریضہ انجام دیتے رہے اور اشاعت

اسلام کے لئے جی نہاں ہے وہ خداوندی پر قائم رہے، انکار و تدبیر میں حکمت کو اپنا رہنما قرار دیا اور آخری وقت تک صبر و حُسن کا دامن ان کے ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ یہ وہ بے مثال علماء تھے جو مستقل غلبہ حق کے لئے آواز بلند کرتے رہے اور عوام الناس کو دولت حق دیتے رہے۔ زندگی کے دن پورے ہونے کے بعد اس دنیا سے رخصت ہو کر رحمت الیزدی کے زیر سایہ قیام پذیر ہو گئے۔

الجامع الصغیر کے مصنف محمد بن حسن شیبانی (متوفی ۲۴۰ھ) کا تعلق بھی ایسے ہی نامور و فاضل علماء کرام سے تھا، انھوں نے زبردست خدمات انجام دیں اور ان کی خدمات کا فیض ہم اقیامت جاری و ساری رہے گا، فقہ اسلامی پر بطور خاص اور اجتہاد کا سلسلہ پر وہ میں باقی رہے گا اور فقہاء محمد بن حسن شیبانی کی فقہی بصیرت کا بصورت احترام کو جس کے بلکہ مختلف مسائل میں انھیں محمد بن حسن شیبانی کی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ مستقل فقہی دنیا امام شیبانی کی شکر گزار رہے گی، خداوند قدوس سے دعا ہے کہ وہ امام شیبانی، علماء اہل سنت اور ان کے راست پر چلنے والے علماء اہل سنت کو جزائے خیر سے نوازے اور امت مسلمہ کو توفیق دے کہ وہ ان علماء کرام کے کاموں کو تصدیق و تحریک کی نظروں سے دیکھے جنھوں نے دین اسلام کی اشاعت میں اپنی پوری زندگی لگا دی اور دین اسلام کے جواہر امت مسلمہ کے ہاتھوں میں بجا دیئے۔ اللہ سے ان کے لئے دعا ہے کہ ان کی قبروں کو انوارِ ازلہ سے بھروسے۔

علماء کرام کے حق کی ادائیگی اور توفیق کا بہترین ذریعہ یہ ہے کہ ان کی حیات کی حیات و خدمات کا تذکرہ لوگوں کے سامنے پیش کروں اور یہ بتاؤں کہ انھوں نے دین حنیف کی تبلیغ و اشاعت، تفہیم و تفسیر و ترویج میں کیسے کیسے فنکارانہ کام کیا اور ان تمام راستوں کی مسدود کرنے کی ہر ممکن کوشش کی کہ جن سے دین اسلام کو خطرات لاحق ہونے کے اندیشے تھے بالخصوص فقہ اسلامی میں نمایاں کردار ادا کیا، فقہ اسلامی کی ایک ایسا ذریعہ ہے جس سے امتیازی حیات کا اعزاز لایا جاتا ہے اور فقہ اسلامی کی طرہ حیات کا نسخہ لکھا جاتا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عثمان ابراہیم علی بابو کبر

تمہید

محمد بن حسن شیبانی کے عہد کے سیاسی اور علمی حالات

۱۱۱۱ھ میں مذکور ہے کہ جبکہ کے روز چھ روز صبح الاخر ۱۱۳۶ھ (۱۷۲۳ء) کو اہلبیاض
المنہج نے خطبہ دیا۔ اور منصور کو اپنے نام کو قرار دیا، منصور وہی ثابت قدم تھے۔ عتہ ان
حکومت کو سنبھالنے سے قبل گردش روزگار نے انہیں مختلف ازمائشوں میں ڈالا۔
اور اختلالات زمانہ نے انہیں ہر طرح سے آزمایا۔ سخاوت و فیاضی ان کا شیوہ تھی۔
اسی لئے انہیں راجہ الناس کہا جاتا ہے، وہ ملکی انتظامات و انصرافات میں اپنی
مثال آپ تھے اور لوگوں پر خودخواہ شیوہ کے ماتخذ حملہ کرتے تھے۔
منصور کے بعد جلدی آئے، جن کے ہاتھوں پر عوام نے شہادت میں بیستہ کی
وہ اپنے مہم کے بڑے صاحب فضل شمار کئے جاتے تھے جب انہیں ایک ہزار دینار
دینے کے تو اسے انہوں نے تقسیم کر دیئے، والد کی چھوڑی ہوئی تمام دولت کو لوگوں
میں بانٹ دیا۔ انہوں نے مظالم کا ازالہ کیا اور غیر کی راہوں پر پستہ ہوئے پردوں کو چاک
کیا، قتل و غارتگری کا قلع و قمع کیا، مظلمین کی دستگیری کی، علما و اہل فضلہ کو اعزاز و
اکرام عطا کئے اور ان کے ساتھ علم و بردباری کے برتاؤ کے بجائے آپ کے بعد آپ کے بیٹے
الہادوی باللہ تخت نشین ہوئے لیکن ان کی حکومت صرف ایک سال تین ماہ رہی
اور ۱۱۳۶ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

۱۔ ابن کثیر فی ملت، ابنی العباس ابو بن حسن الموصی بذی النعمین: ص ۱۶۔ ۲۔ العیاش:

اس کے بعد نام خلافت دارون رشید راشد کے ہاتھوں میں پہنچی ہے، ان کے عہد حکومت میں خلافت ان کی کرم فرمائیں، ان کے عدل و انصاف اور ان کی انکساریت سے وابستہ رہی، وہ اپنے ملک کے علماء کی زیارت کرتے، خطبات ایک بن اس، سفیان بن عیینہ اور بے شمار دیگر علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ وہ پابند کی ایک سال حج بیت اللہ کو جاتے اور دوسرے سال عمار جنگ کے لئے نکلے جاتے۔ دارون رشید کا تعلق اہل علم سے تھا، وہ ادب کا سات سمندر ذوق رکھتے تھے، شعر کہنے اور نہایت اچھے انداز میں اشعار پڑھتے تھے۔

خلافت میں دارون رشید نے براہ کمر قتل کر دیا۔
دارون رشید کا مشہور میں خراسان کی اندلس میں طوس پر انتقال ہوا۔
اس کے بعد خلافت دارون رشید کے بیٹے امین کے ہاتھوں منتقل ہوئی۔
لیکن بہت دنوں تک برقرار نہ رہ سکی، کیونکہ اسے قتل کر دیا گیا۔

خلافت عباسیہ کے پہلے مرحلے (جو دائیہ راشد کی خلافت تک جاتا ہے) میں ایک چیز جو واضح طور پر نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس میں علم و فن کی خوب نشو و نما ہوئی، اسی طرح خلافت عباسیہ کی سیاست میں بھی ایک خاص رنگ تھا، اس حیثیت سے جو ممتاز ہے کہ اس عہد میں ایرانی تہذیب و تمدن کے کافی اثرات رہے۔ ایک حد تک حریت فکر کا بول بالا ہوا۔ ہر طبقہ و منزلہ کے افکار و خیالات کا بھرپور اظہار کے اتفاقاً باعث ہو کر لوگوں کے ساتھ ساتھ اس عہد کی شاعری اور نثر نگاری میں تبدیلیاں آتی رہیں۔ یہ عہد اس لحاظ سے بھی ممتاز ہے کہ وفات کے تمام کام عربی زبان میں ہونا شروع ہوئے، نیز تمام سرکاری خطا و کتابت عربی میں ہونے لگی۔ یعنی ایک مجلسی زبان کا فائدہ ہوا اور عربی کا چال چلن ہوا۔ اس طرح دیکھا جائے تو یہ عہد ایسی خصوصیات کا حامل تھا کہ جس کے پہلے اور بعد کے عہدوں میں

یہ چیزیں نظر نہیں آتیں۔ اس طرح یہ امتیازات اس عہد کی ایک مستقل حیثیت کی ضمانت ہیں۔ اس لئے اس عہد کو پہلا سنہ زاد و رکھنا مناسب ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک دولت عباسیہ کی شان و شوکت اور اس کی تہذیب و ثقافت کا ہمارا دلوں میں بول رہا ہے۔

سیاسی اعتبار سے خلافت عباسیہ سیادت و قیادت کی حامل تھی، احکام کو نافذ کرنے پر پوری طرح قادر تھی اور وسیع و عریض علاقوں پر پکڑیل ہوئی تھی۔ اس عہد میں بڑے مقتدر اور با اثر خلفاء گزرے ہیں۔ وہ پوری طرح اس بات پر قادر تھے کہ حکومت کی بنیادوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیں اور حکومت پر طبیعی کے انگریزوں کے حملوں کو ناکام بنائیں۔

علمی اعتبار سے بھی خلافت عباسیہ کو ایک نمایاں حیثیت حاصل ہے چنانچہ ابو جعفر منصور کے زمانے میں دوسری زبانوں کے علوم کے منتقل کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور یہ سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا۔ اس کا نتیجہ سامنے آیا کہ بے شمار فارسی اور ہندی کی کتابوں کے عربی میں ترجمے ہوئے یہی وجہ ہے کہ اس عہد کے علماء کی صلاحیتوں کا علوم عربیہ، علوم مشرقیہ، زبان و تاریخ، فقہ، حدیث اور دیگر علوم میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔ اور ان علوم میں ان کی فوقیت کے مظاہر نظر آنے لگے۔ ذکر وہ علوم کی تدوین میں بڑی برقتاری آئی۔

خلافت عباسیہ میں علوم کو بھی ہر طرح کی سہولیات اور اس وسکون حاصل تھے۔

۱۔ علمی اسلام: ۱۵۱۔ ۲۔ فقہ حنفی اور مالک اسلام: ۱۶۲۔

۳۔ طب: ۱۶۴۔ ۴۔ فلسفہ: ۱۶۶۔

پہلا باب

حیات محمد بن حسن شیبانیؒ

۱۔ نام اور کنیت

۲۔ حسب و نسب

۳۔ تشو و نسا

۴۔ اخلاق و عادات

۵۔ علمی مقام

۶۔ جماع اور تعدیل میں آپ کا مقام

۷۔ منصب قضاء پر فائز ہونا اور سلاطین کے متعلق آپ کا موقف

حیات محمد بن حسن شیبانی

۱۔ نام اور کنیت

نام: محمد بن الحسن بن قحطاشیبانی (قبیلہ بنی شیبان کے آکر کو کہہ غلام تھے) اور ایک قول کے مطابق محمد بن الحسن بن عبد اللہ بن مروان۔
کنیت: ابو عبد اللہ۔

۱۔ مناقب الامام علی بن خلیفہ صاحب الزبیری ص ۵۰، بروغ الاثبات فی سیرۃ محمد بن الحسن شیبانی۔
کوثری ص ۳۰، اخبار ابی خلیفہ و صاحبہ ج ۱ ص ۱۲۰، وفیات الامیران ص ۱۱۱، ابن خلکان ص ۲۳۲
طبقات الفقہ شیعہ ص ۱۱۱، تلخیص ابن ندیم، خطیب ص ۱۵۲، الاستیعاد، ابن عبد البر۔
ص ۳۰، مناقب الامام علی عظمیٰ کردی ص ۱۲۲، لسان المیزان ص ۱۱۱، بحرہ ص ۱۱۱، طبقات الفقہ
ابن کثیر ص ۲۰۲، الزیوم و السیرۃ ابن کثیر ص ۲۰۲، شذرات الذہب، ابن عساکر ص ۲۰۲
مروۃ الجنان، ریاضی ص ۲۰۲، الامام باللہ ص ۲۰۲، حکم المسلمین ص ۲۰۲، تلخیص الترات
العلوی، قواعد سنن ص ۲۰۲۔

۲۔ مناقب الامام علی بن خلیفہ صاحبہ ص ۵۰، بروغ الاثبات فی سیرۃ محمد بن الحسن شیبانی
کوثری ص ۳۰۔

۳۔ تلخیص ابن ندیم ص ۱۱۱، مناقب الامام ابی خلیفہ و صاحبہ ص ۵۰، بروغ الاثبات فی سیرۃ محمد بن
الحسن شیبانی ص ۳۰، اخبار ابی خلیفہ و صاحبہ ص ۱۲۰، طبقات الفقہ ص ۱۱۱،
الاستیعاد ص ۱۱۱، وفیات الامیران ص ۱۱۱، مناقب الامام علی عظمیٰ ص ۱۲۲، لسان المیزان ص ۱۱۱، بحرہ ص ۱۱۱،

مذہب و نسب

عبدالغادر بن علی پہنچے بغدادی نے اپنی کتاب "التحقیق فی اصول العقائد" میں آپ کا نسب شیبانی بتایا ہے۔ اور جمال الدین سیوطی نے اپنی "میزان المذہب فی اختلاف المذہب" میں اس کو تسلیم کیا ہے۔ اور ابی طالع کا غالب گمان یہ ہے کہ شیبانی نام کا ایک جز ہے۔ نسب نہیں بنتے ہے۔ واللہ اعلم۔

ابو جعفر الطوسی کا خیال ہے کہ آپ کا تعلق فلسطين کے ایک گاؤں "قرب اللہ" سے ہے یہاں کے منتقل ہو کر کوفہ چلے گئے۔ اور ابن سعد نے اپنی کتاب "الطبقات الکبریٰ" میں فرمایا ہے کہ محمد بن حسن کا تعلق "الجزیرہ" سے ہے۔ آپ کے والد شام کی فوج میں تھے پس وہ "واسطہ" آئے اور وہیں پر محمد ^{۳۲۶} مسیح میں پیدا ہوئے۔

۳۔ نشو و نما

مسیح میں آپ پیدا ہوئے، یہ اطلاع مذہبی نہ ایک ایسے شخص سے نقل کی ہے جس نے اسے عقائد میں سے سنا ہے۔ ابن عبد البر اور ابن خلدون کے مطابق آپ مسیح میں پیدا ہوئے، لیکن یہ بالکل سہو ہے معنی ہے اور خطیب کے بقول محمد بن الحسن مسلاً دمشق میں آپ کا تعلق "قرب اللہ" کے مشہور گاؤں "حرس" سے ہے۔ آپ کے والد عراق آئے اور حملا واسطہ میں پیدا ہوئے اور کوفہ میں ان کی نشو و نما ہوئی۔

ابن کثیر نے "مکاشفہ" میں اس کی تاریخ بیان کی ہے: ۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء

الذہب ۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء

القول ۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء

۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء

۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء

۱۱۱ھ/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء/۱۷۰۰ء

وہیں یہ درست لڑکپ کا اصل تعلق الجوز سے ہے جس کا تعلق بنی شیبان کی
 اس جگہ سے ہے جو ریسر کے علاقے میں واقع ہے۔ کچھ دنوں بعد آپ والد شام کی فوج
 میں داخل ہوئے اور وہاں وہ بہت مالدار ہو گئے یہی وجہ ہے کہ آپ کا خاندان کبھی
 دمشق میں، مقام حرست، مرقم کرتا اور کبھی فلسطین کے گاؤں میں سکونت اختیار کرتا۔
 ان دونوں گاؤں کا تعلق شام سے ہے اور وہاں سے کوثر مشتعل ہو گئے عراق کے گاؤں
 واسطہ میں آپ کے والدین کے قیام کے دوران، والد کی بہترین کارکردگی کی بنا پر انہیں
 واسطہ کا گورنر بنایا گیا۔ وہاں محمد پیدا ہوئے۔ غلام محمد کو فریوٹ لٹ آئے، اور وہاں ہی والدین
 چڑھے۔ اور یہاں پر نہایت خوشحال زندگی بسر کی، کہ فریوٹ آپ کے والد کا گھر سے ملتا
 ہے۔ محمد ابو احمد ہے۔

آپ کے خاندان کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا، صرف اتنا معلوم ہے کہ آپ کی
 کنیت ابو عبد اللہ ہے۔

۳۔ اخلاق و عادات

محمد بن حسن مولے غریب تھے، لیکن صاحب ذوق تھے، صحت مند اور قوی تھے،
 حدود و کوشش خیال اور ذی فہم تھے، زبردست قوت حافظہ تھی، عالی النظر، صبر اور
 سخاوت حمیدہ کے مالک تھے، ہمہ شافی کا قول ہے کہ میں نے محمد بن حسن جیسا موٹا اور
 ذوق لطیف نہ کئے والا نہیں دیکھا۔ اتنا بڑا الصبح بچے کوئی نہیں ملا۔ انہیں قرآن کی تلاوت
 کرتے ہوئے دیکھتا تو محسوس ہوتا کہ قرآن انہیں کی زبان میں نازل ہوا ہے۔ اور داکو
 طائی فرماتے ہیں کہ محمد بن حسن نے جزی شان و شوکت کی زندگی بسر کی تھی۔

۱۔ بلوغ النالی ص ۵۔ ۲۔ ایضاً، تاریخ بغداد ۱۲/۱۹۲، و فیہیات

الایمان ص ۲۱۳-۲۱۵۔ ۳۔ ایضاً، ص ۵۔

۴۔ ایضاً، ص ۵۔

محمود بن حسن خوش مزاج تھے، کتاب علم ہے آراستہ تھے، اور خفا کا کتاب نگار
 سے استفادہ کیا۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی مسئلہ کے متعلق کسی سے دریافت
 کیا تو اس نے اس مسئلہ میں محمود بن حسن کا سوال ضرور پیش کیا۔^۱

دعا کرتے کرتے تھے کہ میں نے محمود بن حسن سے جڑ کر کسی مائل، تھکے، زام،
 پرستہ نگار اور غلیب کو نہیں پایا۔ تمام ابو حنیفہ سے روایت کے مجدد کی طرف نظر اٹھانے
 والا ہر شخص ضرور کہے گا کہ انھیں صرف علم کے لئے پیدا کیا گیا ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ
 دلاور و جہاد تھے، صاحب زبان، اپنے راستوں پر قائم رہنے والے، حدود و جہت متقی،
 صفات ستورہ کے مالک، جہاد اور غیر معمولی عقلمند تھے۔

۵۔ علمی مقام

کثرت روایت اور آراء کے سلسلہ میں محمود بن حسن کا بلند مرتبہ ہے۔ اور حرام و
 حلال کے علوم پر بھی آپ کی گہری نظر تھی، آپ کے امرا، آپ کو قدر کی نظر رکھتے
 دیکھتے۔^۲

ذہبی کا خیالی ہے کہ عراق میں ابو یوسف کے بعد علم فقہ کے تمام اہل حد و حد آپ پر
 جا کر ختم ہو گئے ہیں، مختلف ماخذ نے آپ سے علم فقہ کی تعلیم حاصل کی، اور آپ صاحب
 تصانیف ہیں، انہیں آپ کا شمار جدید علماء میں ہوتا ہے، امام احمد بن حنبل سے دریافت
 کیا گیا کہ مشکل ترین مسائل کا علم آپ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ تو انھوں نے کہا کہ
 محمود بن حسن کی کن ہوں سے؟ امام شافعی رقم طراز ہیں کہ میں نے اپنی قسمت محمود بن حسن

۱۔ بیرونی لسانی ص ۵۰۔ ۲۔ ایضاً ص ۵۰۔

۳۔ ایضاً ص ۵۰۔ ۴۔ ایضاً ص ۵۰۔

۵۔ بیرونی لسانی ص ۵۰، مناقب ابی حنیفہ ص ۵۰۔

۶۔ مناقب ابی حنیفہ و صاحب ص ۵۰۔

سے بہاؤ ہے، میں ان کے مستقل سماع کرتا رہتا تھا۔ وہ مزید کہتے ہیں کہ میں محمد بن حسن سے زیادہ قرآن کریم کا علم رکھنے والا کسی کو نہیں پایا۔ ایسا محسوس ہوتا کہ قرآن انہیں ہنازل ہو رہا ہے، یہ تمام چیزیں ان کی جلالت شان پر شہادت پیش کرتی ہیں۔ یحییٰ بن کمان کا قول ہے کہ ان سے پوچھا گیا کہ ابو یوسف بڑے فقیہ ہیں یا محمد بن قاسم؟ انہوں نے کہا کہ ان دونوں کی کتابوں کے نصیحت حاصل کرو یعنی محمد زیادہ بڑے فقیہ ہیں۔ محمد بن حسن جس وقت کوثر کی مسجد میں بیٹھے تھے وہ اس وقت بیس سال کے تھے۔

ہجرت اور تعدیل میں آپ کا مقام

حنبل بن اسحاق سے روایت ہے کہ میں نے احمد بن حنبلؒ سے سنا کہ وہ فرما رہے تھے کہ ابو یوسف حدیث میں منصف تھے، ابو حنیفہ اور محمد بن حسن اثر کے مخالف تھے۔^۱ اور دارقطنی نے کہا کہ میرے نزدیک مجھ سے بے نیازی ممکن نہیں ہے اور نسائی کا خیال ہے کہ ان کی روایت کردہ حدیث ضعیف ہے، امام شافعیؒ نے حدیث کباب میں محمد بن حسن کو حجت قرار دیا ہے اور محمد بن حسن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ غیر مولیٰ زمین، احمد و جعفر عقل مند، بلند مرتبہ اور کثرت سے تلاوت کرنے والے تھے۔^۲ امام شافعیؒ کا کہنا ہے کہ کسی مسئلہ میں محمد بن حسن جیسی ماٹے میں نے کسی سے نہیں سنی۔^۳ یہ ان کے سلسلے میں محمد بن حسن کے متعلق ایک دوسری شہادت ہے کہ میں ان کی خدمت میں دس سال گزارا ہے اور ان سے بیشمار باتیں سن کر دلچسپ

۱۔ بخاری، ج ۲، ص ۲۶۔ ۲۔ مقدس الراعی، مشکوٰۃ، ج ۱، ص ۱۱۱۔

۳۔ لکھنوی، ص ۳۰۔ ۴۔ مناقب امام ابی حنیفہ و صاحبہ، ص ۵۸۔

۵۔ بخاری، ج ۵، ص ۵۔ ۶۔ مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ، ص ۵۹۔

۷۔ مناقب ابی حنیفہ، ۲/۲۵۴۔

ہوا، مگر وہ اپنی سطح سے گھٹکو کرتے تو وہ باتیں ہماری فہم سے بالاتر تھیں۔ لیکن یہ ہماری فہم کے مطابق گفتگو کرتے لیے امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ان کے کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے اس مسئلہ کا جواب دیا تو اس آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا آپ سے اختلاف ہے اس پر امام شافعیؒ نے کہا کہ کیا تم نے محمد کے علاوہ بھی کسی قصہ کو دیکھا ہے؟ یہ وہ شخصیت ہے جس کی فطرت مٹی مشکل ہے اور بہنے مسائل کے باب میں اتنا ذہین شخص نہیں دیکھا ہے۔

محمد بن سہل سے مروی ہے کہ یحییٰ بن ابان بن حمد قاتب ہمارے ساتھ نماز ادا کرتے تھے اور میں انہیں اکثر محمد بن حسن کے یہاں آنے کے لیے آوازیں دلاتا۔ اور وہ کہتے تھے کہ یہ لوگ ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ایک دن کا زعفران ہمارے ساتھ ادا کی اور یہ دن محمد بن حسن کی مجلس کا تھا۔ میں نے یحییٰ بن ابان بن حمد قاتب کو مجلس میں بٹھالیا جب امام محمد بن حسن مجلس سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا کہ یہ آپ کے پیغمبر ہیں، انہیں میں آپ کی خدمت میں بلاتا ہوں تو آپ نے سے اظہار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ لوگ حدیث میں میری مخالفت کرتے ہیں تو محمد بن حسن نے کہا کہ تم ہمارے خلاف گواری اس وقت تک مدت دروختی کہ اس حدیث کو محمد سے سن لو جس کے متعلق وہ لوگ مخالفت کرتے ہیں، اس کے بعد یحییٰ نے ان سے پچیس حدیث کے متعلق سوالات پوچھے۔ تو انہوں نے ان اموادیش کے متعلق وضاحت کی اور دلائل و شواہد دیتے ہوئے ان میں سے ناخ اور منسوخی کی طرف بھی اشارہ کیا اور جب ہم اٹھے تو یحییٰ نے کہا کہ اب تک میرے اور روشنی کے مابین دلائل مائل تھی لیکن اب ختم ہو گئی، پھر وہ ان کے رخصت ہونے تک ان کے ساتھ ساتھ تھے۔

۱۔ مناقب ابی حنیفہ ۱۵۶/۱۔

۲۔ مناقب ابی حنیفہ ۱۵۶/۲۔

۳۔ مناقب ابی حنیفہ ۱۵۶/۳۔

۱۔ منصب قضا پر فائز ہونا اور سلاطین کے متعلق آپ کا موقف:

محمد بن سہل سے روایت ہے کہ چونکہ محمد بن حسن سلاطین سے ملے جلتے رہتے تھے اسی لئے جب شہر رقعہ کے منصب قضا کے لئے کسی قاضی کے متعلق ابو یوسف (رحمہ اللہ) بن براہیم سے مشورہ کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اس کے لئے محمد بن حسن سے مناسب کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگوں کو ضرورت ہو تو انہیں کو فربہ بلائیں۔ محمد بن سہل نے کہا کہ لوگوں نے محمد بن حسن کے نام کی تجویز کو پسند کیا، چنانچہ اگلے کے بعد ابو یوسف کے پاس گئے اور کہا کہ کہیں آپ نے میرا نام اس کے لئے تجویز کیا ہے تو انہوں نے کہا کہ رقعہ کے قاضی کے متعلق لوگوں نے مجھے مشورہ کیا تو میں نے آپ کا نام ہی پیش کیا، اور اس سے میرا ایک خاص مقصد یہ تھا کہ اب تک اللہ نے ہمارے اس علم کو کو فربہ بصرہ اور تمام مشرق کے علاقوں میں منتشر کیا اور اب میرے چاہتا ہوں کہ یہ علم اللہ تعالیٰ آپ کے توسط سے اس علاقہ میں عام کرے۔

پھر اس کے بعد تمام شاہی علاقوں تک پہنچے۔ اس کے بعد محمد نے کہا کہ میرے دل میں اس کی عزت ہے، اگر اس سے روئے مجھے نامزد کیا گیا ہے اس کے بعد ابو یوسف نے کہا کہ یہی ایک وجہ ہے کہ جس کی بنا پر لوگوں نے اس منصب کے لئے آپ کا نام پیش کیا۔ پھر انہوں نے سوال ہونے کو کہا۔ اس طرح دونوں حضرات یعنی بن خالد بن برمک کے پاس پہنچے اور ابو یوسف نے محمد بن سہل سے کہا کہ میرے محمد بن جس کی وجہ سے تمہاری شان و شوکت قائم ہے۔ اس طرح مستقل محمد بن حسن مضطرب رہے یہاں تک کہ رقعہ کے منصب قضا پر انہیں شعاور یا گیا۔ وہی کا خیال ہے کہ یہی چیز ابو یوسف اور محمد بن حسن کے مابین فساد کا سبب بنی جیسے ان کے بعد قضا کے باب میں طحاوی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ محمد بن سلام نے جس نے رقعہ شہر شہر چھوڑ دیا تو ان کے مشرقی ساحل پر واقع ہے اور اس کے بعد حران کے شہر حران

دیکھ سکتے ہیں۔ اس کی مزید معلومات کے لئے دیکھئے: علم البیہقی ۵۰۶-۵۰۷۔

۲۔ منصب قضا پر فائز ہونا اور سلاطین کے متعلق آپ کا موقف:

جنا کر میں نے محمد بن علی بن مسعود سے سنا جنہوں نے اپنے والد سے سنا کہ میں درقہ کا ایک اس وقت وصال کے قاضی محمد بن حسن تھے۔ میں ان کے والد سے ہر گھڑا اٹھا اور انے کی اہلیات مانگ کر ان سے میں چپ گیا۔ اور بغیر ٹے ہوئے وہاں سے واپس آگیا اور ایک مدت تک درقہ میں سکونت پذیر رہا لیکن ان کے پاس نہیں گیا۔ اسی اثنا ایک دن طلعت میں میں نے دیکھا کہ ایک قاضی کے لباس میں وہ اپنی سواری پر سوار ہیں۔ مجھے دیکھ کر میرے پاس آئے اور مجھے کھانے لگے اور مجھے ایک شخص کے سپرد کیا کہ وہ مجھے ان کے گھر تک پہنچا دے۔ یہ گھر میں بیٹھنے کے بعد انہوں نے ہم سے دریافت کیا کہ وہ کون سی چیز ہے جس نے تم کو میرے پاس آنے سے باز رکھا جب کہ مجھے یہ اطلاع لی تھی کہ تم ہمیں ہو۔ میں نے کہا کہ آپ نے اپنے آقا و متسا لیکن آپ سے چپ گیا۔ یہ چیز انہیں بیٹھا ہو کر گزری اور کہا کہ اگر تم نے تم کو چپ یا یہ کہنے پر مجھے یہ گمان ہو کہ وہ شاید چپ نہ والے کو سزا دینا چاہتے ہیں تو میں نے انہیں اس شخص کے حلق نہیں دیتا۔ انہوں نے مجھ سے کہا کہ جب تم نے ایسا کیا ہی نہیں ہے تو ان تمام لوگوں پر اعتماد کرنا ہوں اور اس کے بعد انہوں نے تمام لوگوں کو دعا میں دیں اور کہا کہ تمہارے حلق ابو محمد کو میں باہر نہیں کروں گا کہ تم نے مجھ سے جواب کیا تھا اس کے بعد میں آپ کے پاس برابر آیا کرتا تھا یہاں تک کہ ان کے پردے کے پاس تک پہنچ جاتا اور گھاساں کہہ کے سلام کرتا تو محمد بن حسن فرماتے لگاؤ اندر آ جاؤ۔

ذکر وہ بالا واقعہ سے یہاں تک کہ وہ تکبیر نہیں تھے بلکہ وہ عوام کے ساتھ خوش درقہ اور کشادہ دلی سے خوش آتے۔ اور ہر جواب کا ذکر ہے تو یہ ایک انتظامی مسائل خاصہ کا سلسلہ اموی سے عباسی دور تک چلتا رہا۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ لوگ جیل سے پرہیز کیا کرتے تھے۔

محمد بن حسن سلاطین اور بالترگوں کے خرات و درویشوں سے ہرگز غور نہیں

کہاتے تھے حکومت عباسیہ کی سب سے بڑی اور اہم بارون الرشید کے عصر امتداد میں عماد کو دار
المنصنہ اور دارالافتاء سے ایک طرح مدت کے لئے روک دیا گیا۔ اس نے کیا گیا کہ
انہوں نے عالمی کی پناہ کے مسئلہ میں اپنے واضح نقطہ نظر پیش کیا تھا جو تاریخ ابن جریر
طبری اور کتاب الصیرری میں مختلف اسناد کے مختلف طریقوں سے مذکور ہے۔ بطور مثال
کتاب الصیرری سے یہ چیز نقل کی جا رہی ہے ابو عبد اللہ نے کہا کہ عمر بن ابراہیم مدیونہ نے
میں خبر دی کہ انہوں نے کہا کہ قاضی ابو یوسف نے ہم سے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے
احمد بن حیدر اللہ نقی نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے ابو حازم عبد اللہ بن
عبد اللہ بن یونس نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم سے یحییٰ بن محمد بن محمد بن یونس نے بیان کیا۔ انہوں
نے کہا کہ ہم سے محمد بن ساعد نے بیان کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے محمد بن حسن کو کہتے
ہوئے سنا کہ جب بارون رشید مرقہ آیا تو مجھے طلب کیا گیا اور میں اس کے پاس گیا
وہاں حسن بن زیاد، ابو بکر بن وہب، ابو یوسف، آپ ابو یوسف کے انتقال کے بعد
قاضی القضاۃ تھے موجود تھے، میرے سامنے وہ امان بن علی کی گئی جسے یحییٰ بن عبد اللہ
بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب کے لئے لکھی گئی تھی، میں نے اسے پڑھنے
کے بعد اللہ کے واسطے اور دار الفتنہ کو ترجیح دی اور بتایا کہ ایک سو کھانوں سے جس
کے توڑنے کی کوئی سہیل نہیں ہے، ابن ابی العوام کی روایت طحاوی کے لفظوں میں
اس طرح ہے، طالبی نہایت زور زد سے کہہ رہا تھا کہ اس کے سپرد گنبد کے مال تھے
اس بات پر تمہاری تنہا رہی اور طالبی لوگوں کو یہ اطلاع دے رہا تھا کہ بارون نے اسے ان مطا
کی ہے، چنانچہ بارون نے قہری سے کہا میرے ہاتھ سے لے کر حسن بن زیاد کے سپرد کیا
اور انہوں نے اسے لے لیا اور نہایت ہمت اور زور سے کہا کہ یہ امان ہے۔ بارون نے
ان کے ہاتھ سے بھی پھینک کر ابو بکر بن یونس کو دیا، انہوں نے اسے پڑھ کر بتایا کہ مجھے اس
کی امید نہیں تھی اور میں ذاتی طور پر اس معاہدے سے خوش نہیں ہوں۔ کیونکہ یہ
ایک برا شخص ہے، یہی ہے جس نے صفا کو توڑ ڈالا، مسلمانوں کے خون بہائے اور یہ
کیا یہ کیا، اس لئے اسے شخص کے لئے کوئی امان نہیں ہے۔ اس کے بعد اپنا ہاتھ

اپنے غموزہ رنگ لے گئے، اس صورت حال کا میں مشاہدہ کر رہا تھا، اتنے میں انھوں نے چاقو نکالا اور اماں کے کاتھ کے دو حصے کر دیئے اور اسے غلام کو سپرد کرنے کے بعد رخصتی کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا کہ میں اسے طلبی ا قتل کروں گا اور اس کا خون میری گردن پہ ہے محمد بن حسن نے کہا کہ ہم لوگ مجلس سے چلے گئے تو رشید کا پہلی میرے پاس آیا اور مجھے بتایا کہ میں دو کوئی فتویٰ دوں اور شاہی کوئی حکم صادر کران اور دوسری روایت میں ہے کہ بعد ازین بہر دی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کے لئے فتویٰ دیں، اس کی صورت حال سے گزرا تھا کہ میں ام جعفر کے پاس گیا، وہ دیکھ کر میری طرف متوجہ ہوئیں اور ان کے انداز سے مجھے معلوم ہوا کہ مجھے فتویٰ دینے سے منع کر دیا گیا ہے، چنانچہ اس مسئلہ پر انھوں نے اردن رشید سے بات کی تو اس نے مجھے اجازت دیدی، محمد بن حسن نے کہا ایک دفعہ میں بعد از حضرت ہارون رخصت کے گھر میں تھے، وہیں مائتا مجھے ابو بختری پر حیرت ہوئی کہ وہ حاکم ہیں اور وہ ان چیزوں کا فتویٰ دیتے ہیں جن سے میں روکتا ہوں۔ اور ان کی گردن پر ایک مسلم شخص کا خون ہے، اس پر انھوں نے چاقو لے کر حملہ کیا تھا جو ان کے مونہ میں پھل تھا، محمد بن حسن نے کہا کہ اس وقت رشید نے مجھے کو قتل نہیں کیا تھا، وہ خود ایک مدت کے بعد جیل میں انتقال کر گیا اور دوسرا قول یہ ہے کہ رشید نے اسے قتل کیا تھا ہے

محمد بن سماعہ نے ایک حدیث روایت کی ہے کہ اس واقعہ کے بعد رشید محمد بن حسن سے قریب ہو گئے اور ان سے بی کر انھیں قاضی القضاۃ بنا کر اپنے ساتھ مری شے گئے، جہاں پر ان کا انتقال ہوا، ابو بکر علی نے ایک حدیث میں فرمایا کہ جس وقت محمد بن حسن نے صحت اماں کا فتویٰ صادر کیا تو ابو بختری نے اس کے قتل کے حکم دیا کیا اور اپنے لئے اس کے ثمن کو بی قرار دیا، تو یحییٰ بن عبد اللہ الشطابی نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ کے مفتی محمد بن حسن ہیں اور ان کا فتویٰ میں ایک خاص مقام ہے

اور میری اماں کے باب میں بھی ان کا موقف درست ہے۔ جب کہ ابو بختری آپ کے اسے قزوٰ نے کسے لے کر رہا ہے۔ اس شخص کے متعلق اور اس کے فتویٰ کے باب میں آپ کی کیا رائے ہے؟ جبکہ اس کے والد مدینہ میں طویل جی تھے۔

اور میری نے بھی کہا کہ ابو بکر اسحاق نے ہمیں خبر دی، ابو جعفر طوسی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ابو عبد اللہ احمد بن سهل رازی نے ہمیں یحییٰ بن عبد اللہ بن حسن ابن حسن کی ایک حدیث کے حوالہ سے بتایا۔ انھوں نے موسیٰ بن عبد اللہ بن موسیٰ بن عبد اللہ بن الحسن بن الحسن سے روایت کی۔ انھوں نے عبد اللہ بن عبد الرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق سے روایت کی کہ انھوں نے کہا کہ میں موجود تھا اور ہارون الرشید اور محمد بن حسن کے تمام معاملات کا میں نے خود مشاہدہ کیا اور مزبور یہ کیا کہ جب محمد بن حسن نکل رہے تھے تو زبرد قضاہ رو رہے تھے قریب نے ان سے کہا کہ ابو عبد اللہ کیا آپ سر کے زخم کی وجہ سے رو رہے ہیں؟

ہارون رشید نے انھیں روایات سے آرا تو ان کے سر پر جھوٹا لٹی، یہ حادثہ اس وقت پیش آیا جب کہ انھوں نے مجلس میں ہارون رشید کی خواہش کے علی الرغم فتویٰ دیا۔ خون ان کے چہرے اور کپڑوں پر سیر ہوا تھا اور ہارون نے ان سے کہا کہ اس کی وجہ سے یہ اقدام اور دیگر ایسے اقدامات ہمارے خلاف کے بھائیوں کے ساتھ اور ہمہ گیر ہیں۔ دیگر لوگ میرے خلاف ظلم و فسادات بلند کرتے گئے۔ تو محمد بن حسن نے کہا کہ بخدا اس کی وجہ سے میں نہیں رو رہا ہوں بلکہ مجھے اپنے ضعف و عجز پر رونا آ رہا ہے۔

تو میں نے ان سے پوچھا کہ آخر وہ آپ کی کون سی بیماری ہے؟ جب کہ آپ اس سطح ارض پر ایک ایسے بلند مقام پر کھڑے ہیں کہ جہاں تک کسی اور کی رسائی ممکن نہیں تو اس پر محمد بن حسن نے کہا کہ میرے لئے سزاوار تھا کہ جس وقت ابو بختری جو کہ کہہ رہا تھا اس وقت کا میں اس سے میں پوچھتا کہ یہ تم کہاں سے

کہہ رہے ہو یہاں تک کہ دلائل کی روشنی میں اس کے فتویٰ کے فساد کو واضح کرتا ہے

ابن البراء العام کی سند میں محمد کا حدیث سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہارون نے محمد بن حسن کی کتابوں کا جائزہ لینے کے لئے کہا۔ اس خوف سے کہ ان میں کئی ایسے مواد تو نہیں جو طلبہ کو لغت پر آمان کر دے، انھوں نے مجھے کہا کہ اسے ابو جہشہ یعنی ابن سہرمان کے ساتھ اس کام میں مصروف تھے صرف اللہ ہی مسائل میں کامل ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم میرے گھر پر میری کتابوں کی حفاظت کے لئے آؤ۔ مگر ان میں ایسی کتابوں کو نہ ڈال دیا جائے جو ان میں شامل نہیں تھیں۔ چنانچہ میں نے ان کے حکم کی تعمیل کی اور جب میری کتابوں کا جائزہ لینے کے بعد اس میں کچھ نہیں ملا۔ پھر ایک مجروحہ کے جو حضرت علیؑ کے فضائل پر مبنی تھا اسے ہارون رشید نے کر آئے اور کہا کہ ہمارے پاس اس سے کہیں زیادہ ہے۔ یہ طحاوی نے کہا کہ میں نے بکر بن قتیبہ کو سنا کہ اسے ہلال بن یحییٰ سے بیان کر رہے تھے اور وہ محمد بن حسن سے اور انھوں نے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ ہارون محمد بن حسن کی بجانب متوجہ ہوا اور کہا کہ وہ ایمان ہے جسے میں نے خود نہیں لکھا ہے بلکہ کسی سے لکھوایا تو تمہارا اس شخص کے متعلق کیا خیال ہے؟ جس نے خود تو نہیں لکھا بلکہ حکم دے کر دوسرے سے لکھوایا ہو یہ سنی کے بعد محمد نے کہا کہ اگرچہ یہ چیز ایک عام شخص کی جانب سے آئی ہے لیکن وہ باطل میں شریک نہیں سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اس نے اسے اپنی مرضی سے اپنی ام نہیں دیا ہے۔ اور اگر بادشاہ ہے تو وہ باطل میں شریک تصور کیا جائے گا کیونکہ بادشاہ کا ہر فرمان اس کے حکم کی صورت میں ہوتا ہے۔ چنانچہ بعد ازاں رشید غلام غصب میں بھر گیا اور جو کچھ اس کا پس چلا وہ اس نے کیا۔

محمد بن حسن جب دوبارہ منصب قضا پر جلوہ غرور ہوئے تو امام جعفریؑ کو

۱۔ تاریخ الامانی میں محمد بن قتیبہ کی روایت ۱۳۲۱ھ میں ۱۳۲۱ھ میں بغداد میں ۱۳۲۱ھ

۲۔ تاریخ الامانی میں ۱۳۲۱ھ میں ۱۳۲۱ھ میں ۱۳۲۱ھ میں ۱۳۲۱ھ میں

ہے ان کے اور ہمدان رشید کے مابین صوحہ وہ تمام اختلافا ت واقع ہو گئے اور وہ ہلا شاد
 اہل امیر کے اثرات کے باوجود اپنے موقعہ پر قائم رہے اور ان سے قربت کے باوجود اپنے
 زہد و تقویٰ کے محافظ بنے رہے اور ان کی طاعت و فرمانبرداری کے راستے سے تعلق
 کو کبھی قریب نہ آنے دیا۔ یہ ایک دوسرا واقعہ جس سے میری باتوں میں مزید وثقہ پیدا
 ہوتا ہے جیسے میں نے کتب التہذیب سے نقل کیا ہے: علی دی سعوی ہے کہ انھوں نے
 ابو حازم سے، انھوں نے بکر بن محمد بن سعد، انھوں نے محمد بن سہب سے روایت کیا کہ
 انھوں نے بتایا کہ ہم محمد بن حسن کے ساتھ ہمدان الرشید کے گھر میں تھے، اسی دوران
 ہمدان رشید ہم لوگوں کے پاس آیا، تو تمام لوگ اس کی طرف رخ کر کے کھڑے ہو گئے
 بجز محمد بن حسن کے کہ وہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے، ہمدان رشید ان کی طرف دیکھنے لگا، چنانچہ
 جب وہ داخل ہوا تو تمام لوگوں کے پاس اس کو انھیں پاس نے حکم دیا، تو میں نے محمد بن
 سہب پر اپنے دل میں کہا کہ وہ تمام لوگوں کو یہاں سے ہٹانا چاہتا ہے تاکہ ان کے
 کھڑے نہ ہونے پر انھیں سزا دے سکے۔ جب ہمدان رشید کے پاس سے محمد بن حسن
 واپس گئے تو میں بھی ان کے ساتھ ان کے گھر تک گیا اور ان کی خیریت دریافت
 کی تو انھوں نے کہا کہ جب میں اس کے پاس گیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ میں، بنی
 قریظ کے جنگجو گروہ کو قتل کرنا چاہتا ہوں اور ان کے تمام لوگوں کو ملامت کرنا چاہتا
 ہوں میں نے اس سے دریافت کیا کہ امیر المؤمنین (آغا) کیا آپ کیوں کر چاہتے ہیں؟
 جب کہ عمر بن الخطابؓ نے اسی صورت میں ان سے کہہ کر ان کی مصالحت کر لی تھی تب
 اس نے مجھ سے کہا کہ عمرؓ نے ان سے صرف اس بنا پر صلح کی تھی کہ وہ اپنے بچوں کو
 پتھر میں نہیں دنگیں گے لیکن انھوں نے اپنے بچوں کو دنگ جس کی وجہ سے اس
 دکان سے نکل گئے تو میں نے اس سے کہا کہ اپنے بچوں کو پتھر میں دنگنے کے بعد بھی عمرؓ
 نے انھیں مان دی، تو اس نے یہ دلیل دی کہ عمرؓ نے ان کو پناہ دینا کسی شرط کے دی
 تھی۔ پھر اس نے مجھ سے یہ کہا کہ عمرؓ نے ان سے جنگ وادرا صرف اس لئے ترک
 کر دیا تھا کہ ان کی مدت بہت محدود تھی۔ میں نے اس سے کہا کہ مدت ضرور محدود تھی

تھی لیکن آپ کے بعد دو عادل امام آئے جن کی مدت حکومت بہت طویل رہی چنانچہ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ نے ان پر کبھی چڑھائی نہیں کی اس پر اس نے یہ دلیل دی کہ ان دونوں حضرات نے نیز کسی شرط کے ان سے صلح کی تھی اور اس کے بعد مجھ سے اس نے کہا کہ یہاں سے نکل جاؤ۔

ابن حنیبل کے طریقے سے صحیری نے اپنی روایات میں کچھ اضافہ کیا ہے۔ ہارون رشید نے مجھ سے پوچھا کہ تم کو اغریا ہو کر تم لوگوں کے ساتھ کھڑے نہیں ہوئے ہیں نے کہا کہ مجھے یہ چیز ناگوار گزرتی ہے کہ میں اس طبقے سے باہر نکل آؤں جس میں تم نے مجھے شامل کیا ہے۔ مسئلہ تم مجھے اہل علم میں شمار کرتے ہو اس لیے یہ چیز زیب نہیں دیتی کہ اس طبقے سے نکل کر خدا کے طبقے میں شامل ہو جاؤں جو اہل علم میں شامل نہیں ہیں۔ تمہارے چچا زون بھائی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا کہ حویہ چاہے کہ لوگ اطاعت میں اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو وہ ایسا شکار جہنم میں سنائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء سے بھی چچا لیکن اگر کوئی شخص حق کی تلاش میں بادشاہ کے احواز کے لئے کھڑا ہوتا ہے جو دشمن کے لئے خطرناک ہے تو کوئی سزا نہیں اور جو صرف سنت کی اتباع میں پیش قدمی کرتا ہو تو یہ ان کے لئے باعث نسیب و آرائش ہے۔ اس پر ہارون رشید نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔

ذکورہ تمام باتوں سے راجح حق پران کی استقامت اور استقلال کا اندازہ ہوتا ہے، مسلمین اور نصاریٰ سے ان کا برابر کا تعلق رہا، باطل کا پردہ فاش کرنے میں ان کا موقف بالکل نمایاں ہوتا، باطل کے راستے میں کوئی دشمن ترسنا منزل آتی تو اس میں کسی نرمی اور مہانت کا ثبوت نہ دیتے، علم اور دین کی خدمت کے لئے ان کے اندر بہت سچا جذبہ تھا۔

دوسرا باب

محمد بن حسن شیبانی — علمی پہلو

۱۔ شیوخ

۲۔ تلامذہ

۳۔ وفات

محمد بن حسن شیبانیؒ علمی پہلو

۱۔ شیوخ

محمد بن حسن نے بڑے شمار اساتذہ سے فقہ، حدیث، زبان، اور سیکی تعلیم حاصل کی۔ سب سے پہلے انھوں نے قرآن کریم حفظ کیا، عربی زبان اور داریت کے دروس میں حاضر ہونے لگے۔ اس وقت کو وہ علوم عربیہ کا گہوارہ تھا اور حدیث و فقہ کا مرکز تھا۔ تحصیل علم کے لئے انھوں نے بہت روپے خرچ کئے اور غیر معمولی جفا کشی سے کام لیا۔ اور حصول علم کے لئے کافی وقت صرف کیا۔ محمد بن حسن فرماتے ہیں کہ میرے والد نے تمس بہر اللہ بیچ چھوڑا تھا جس میں سب سے زیادہ ہزار میں نے حصولی نمود و شعور میں خرچ کئے اور پندرہ ہزار حدیث اور فقہ پر لگا دیئے۔ انھوں نے خود کو علم کے لئے بالکل وقت کر دیا تھا۔ ابن سہیفہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے اہل و عیال سے کہا کہ تم لوگ مجھ سے دنیاوی ضروریات کے متعلق سوالات مت کی کرو۔ کیونکہ تم لوگوں نے مجھے ابھار کر رکھ دیا ہے اور اپنی ضروریات کو میرے وکیل سے حاصل کی کرو۔ کیونکہ اس نے مجھے دنیا سے بے نیاز کر دیا ہے اور اسی نے میری بسیا و خوری کو کم کر دیا ہے۔

جس شخص کا علم سے اتنا گہرا لگاؤ ہو تو ضروری ہے کہ اس کی علمی کاوشیں رنگ لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے علم سے استفادے کے مواقع عنایت کئے۔ آمین

۱۔ بحوالہ کافی، ص ۵، مناقب ابو حنیفہ و صاحبہ، ص ۵۱

۲۔ اشباہ ابی حنیفہ و اصحابہ، ص ۳۳، مناقب ابی حنیفہ و صاحبہ، ص ۵۵، ۵۵، الجلو فیہ، ص ۵

ان کی اپنی ایک حیثیت ہو گئی اور وہ اپنے غرضات کے غلے گئے چنانچہ امام ابو حنیفہ اور
 امام ابو یوسف دونوں کا محور حسن کی فقہی بصیرت کے انعقاد میں غیر معمولی حصہ ہے۔ تمام
 کتب تمام میں ان کی فقہی تعلیم کے لئے صرف انہی دونوں شیوخ کے علاوہ کسی اور کا نام
 ذکر نہیں ہے۔

حدیث کے شیوخ

حدیث کے باب میں ان کے اہم شیوخ کا ذکر علامہ کی نقطہ نظر سے ذکر کیا جائے گا۔

کوفہ

ابو حنیفہ انصاری بن ثابت، اسماعیل بن ابی طالب، خالد الحسی و سفیان بن سعید ثوری،
 مسور بن کدام، مالک بن مسلم، قیس بن عیسیٰ، عمرو بن ذر، و کثیر بن عامر، ابو بکر اشعث، عبد اللہ بن
 قطلات، عجل بن یزید، یحییٰ بن ابی علی، عبد الرحمن بن عبد اللہ بن قریب، السعدی،
 اسود ثعلبی، یزید بن عثمان، ابو الاحوص، سلام بن سلیم، سلام بن صالح، معاویہ بن جندب، عبد

وہید و حلیہ، غزوہ، یزید بن اسیر، یہاں یہ حدیث میں ان کا ایک نمایاں مقام ہے۔ ان کی تصانیف کی تفصیل
 پندرہویں باب میں لکھی جائے گی۔ ان کی تصانیف اس طرح ہیں: کتاب الزکوٰۃ، کتاب الحج،
 کتاب البیوع، کتاب الفرائض، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،
 کتاب النکاح، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،
 کتاب النکاح، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،

مسندہ، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،
 کتاب النکاح، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،
 کتاب النکاح، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،
 کتاب النکاح، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،

کتاب النکاح، کتاب الفرائض، کتاب البیوع، کتاب النکاح، کتاب الطلاق، کتاب المیراث، کتاب الجنائز،

کیا۔ بخلاف مسند امام ادریسؑ نے امام مالکؒ سے سنی ان کی تعداد تقریباً سات سو تک پہنچتی ہے۔ اس کی صحت کی تصدیق انہی سے روایت کردہ مختلف طرق سے ہوتی ہے۔ اس سطرک امام ابن عیینہ کے حامی شیوخ کے سنی گئی، جن کا اعتقاد یہ ذکر ہے کہ امام ابن عیینہ سے گزشتہ اصناف میں جو سماع حدیث میں امت نے ہوئے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا۔

موطا کی تقریباً بیس روایات ایسی ہیں جس کی روایت ان کی کے سبب میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ جن میں سے بعض کی طرف ابو قحطی نے اپنے اس جز میں اشارہ کیا ہے جو مختلف سطروں کے اختلاف اور اتفاق پر مبنی ہیں۔ محمد بن حسن کی روایت کردہ موطا بہترین موطا میں داخل ہے۔ لیکن اسلوب کے لحاظ سے اسے انہی میں سے کہہ سکتے ہیں انہوں نے تین سال کی مدت میں خبریں سست و فتادی کے ساتھ اس کی سماعت امام مالکؒ کے الفاظ میں کی۔ اور اب اس حدیث کے ذکر کرنے کے بعد وہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ ان میں سے کن احادیث کو حوالیہ فقہائے اہل اہل کی مخالفت کی ہے اور جن احادیث کی مخالفت کی گئی ہے وہ انہیں نہایت سنجیدگی سے چستے اور ان پر غور کرتے کہ مخالفت کے سبب کیا ہیں؟ محمد بن حسن موطا کی سماعت کے بعد یہ دیکھتے تھے کہ کیا ان کی آراء میں کوئی ایسی چیز ہے جو کمالی قبول نہ ہو۔ انہوں نے کتاب الحج - طاعت کی جمالی حدیث کے خلاف دلائل کی حیثیت سے شہرہ کر دیے۔

امام محمد بن حسن اور مذہب حنفی کی مخالفت و عداوت میں ان کے بعض معین و متعصبین نے بہت سے ناگوار قصے وضع کئے جن کا مجموعہ امام اکرام کی زندگی پر لکھا ہوا ہے۔ امام مالکؒ سے کوئی تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اور انہی تسمائی بہت سے لوگوں کو درگزر کرنے والا ہے۔

۱۔ ابو یوسفؒ اہل مالکؒ سے۔ ۲۔ ابو یوسفؒ اہل مالکؒ سے۔

۳۔ ابو یوسفؒ اہل مالکؒ سے۔ ۴۔ ابو یوسفؒ اہل مالکؒ سے۔

کے لئے دیکھئے: جریح الامالی ص ۱۱-۱۳۔

دیگر شیوخ

ابراہیم بن یحییٰ، حمید اللہ بن عمر بن سلیمان، محمد بن اہلال، الضحاک بن عثمان، اسماعیل بن داؤد، عطاء بن خالد، اسحاق بن حارث، ہشام بن سعد، ساسر بن زید اللخثی، واثق بن قیس، القراء، یحییٰ بن ابی جیس، النہاس، حمید الرحمن بن ابی الزناد، محمد بن حمید الرحمن بن ابی زائب، ابو نعیم بن حراک۔

مکہ

سنان بن حنیفہ الکوری، تنزیل بن اسماعیل بن حمید الملک، طلحہ بن عمر، سعید بن سلیمان، ابراہیم بن یزید، الامی، زکریا بن اسحاق، حمید اللہ بن عبد الرحمن بن اسلم، النقی، عطاء اللہ بن یحییٰ

بصرہ

ابو نعیم عبد العزیز بن النعمان البصری، ہشام بن ابی حماد، النعمان بن سعید، ابو نعیم اصل بن حمید الرحمن، سعید بن ابی حریز، اسماعیل بن ابراہیم البصری، ابو الہدک بن خضالہ۔

واسط

محمد بن العوام، شعیب بن الجراح، ابو الہدک، حمید الملک النخعی۔

شام

ابو عمرو عبد الرحمن الاندلسی، محمد بن راشد الکوری، اسماعیل بن عیاش المعصی، ثور بن یزید اللخثی۔

خراسان

حمید اللہ بن الہدک۔

ہمامہ

ابو یحییٰ بن قیس النخعی۔

۱۔ بطور الامانی، ص ۱۔ ۲۔ بطور الامانی، ص ۲۔ ۳۔ بطور الامانی، ص ۳۔ ۴۔ بطور الامانی، ص ۴۔

۵۔ بطور الامانی، ص ۵۔ ۶۔ بطور الامانی، ص ۶۔ ۷۔ بطور الامانی، ص ۷۔ ۸۔ بطور الامانی، ص ۸۔

مذکورہ بالا شیعوں کے علاوہ بھی کچھ اور لوگوں سے انھوں نے روایت کی ماحول نے اپنے مسامحہ اور دیگر لوگوں سے بھی روایت کرنے میں کسی بے رخی کا اظہار نہیں کیا۔ سچ پر چھ تو یہ عظیم لوگوں کی شناخت ہے جو اپنے چھوٹوں سے روایت کرنے میں کسی کٹری کا احساس نہیں کرتے تھے۔

عبد بن کاظم اعظم نے کسائی سے حاصل کیا اور کسائی نے اسی طرح ان سے فتوہ کی تعلیم حاصل کی تھی۔

فہم بہت کے لئے انھوں نے ابو حفص کے سامنے زائرۃ تلمذ تہ کیا، ابو حفص محمد بن عمرو بن محمد بن حسن کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ اور ان سے منازکی کا علم حاصل کیا کرتے تھے اور وہ قادری سے "الجامع الصغیر" پڑھا کرتے تھے۔

تلامذہ اور استفادہ کرنے والے احباب

دنیا کے گوشے گوشے میں محمد بن حسن کی شہرت مہم ہو گئی تھی اور مختلف جگہوں سے اگر لوگ آپ کی تصانیف کو حاصل کرتے، وہ دروازہ شہروں سے لوگ چل کر آپ کی خدمت میں فتوہ کی تعلیم کے لئے حاضر ہوتے، آپ اجتہاد کے اعلیٰ مقام پر قائم تھے، وہ مستقل اپنا سلسلہ امام ابو حنیفہ سے منسوب کرتے، تاکہ میدان فتوہ میں ان کی عظمت کا ادراک کر سکیں، وہ اس کا اظہار بار بار نہیں کرتے تھے مگر ایسا شخص جو کہ ان کے مراتب سے واقف نہ رہا اس کے سامنے غرور و تعدد بار اس کی وضاحت کوئے کبریا تعلق امام اعظم سے ہے۔

پکا پر چھ تو ان کے تلامذہ کا استقصاء ممکن نہیں ہے یہاں پر ہم ان کے تلامذہ اور ان کے ان رفقاء کا ذکر کریں گے جنہوں نے ان سے استفادہ کیا۔

۱۔ ابو یوسف عثمان بن عیسیٰ - ۲۔ مناقب مکروری ۳۷۶ھ۔

۳۔ ابن عثمان ۴۰۷ھ۔

اور جنس الکبیر یعنی ہری احمد بن جنس النملی، یہ وہ ہیں جس سے بخاری نے اپنے نسخہ کے قبل اہل الرائی اور جامع الشری کی فتویٰ بھی پڑھی۔

ابو سلیمان موسیٰ بن سلیمان ابو جہال، یہ وہ ہیں جن کے توسط سے پورے مشرق و مغرب کی تصدیق مستحکم ہوئی۔

ابو عبد اللہ محمد بن ادريس الشافعی مکتبہ جنوں نے محمد بن حسن سے درس حاصل کئے اس میں کسی دو کا بھی اختلاف نہیں ہے، انھوں نے ہر ایک طور سے ان کی سمیت اختیار کی اور اپنی تصانیف کو ضائع کر دیا، اور اس پر نہ صرف کئے انھوں نے محمد بن حسن سے بے پناہ چیزیں نقل کیں، اور سوائے ان سے سننے کے اور کوئی کام نہیں کرتے۔ محمد بن حسن کے یہاں علم ابدال دونوں کی کثرت تھی، وہی نے اپنی "الاصناف الکبیر" میں ذکر کیا ہے کہ اہل اقصاء نے کہا کہ مجھ سے محمد بن حسن نے یہ بیان کیا کہ میں نے ابو حنیفہ سے سنا ہے کہ وہ کہہ رہے تھے کہ میں نے شافعی کو محمد بن حسن کے پاس دیکھا انھوں نے اہم شافعی

۱۔ ابو غازی: ص ۹۔ ۲۔ اہم شافعی چار، قرین علیک ہیں، حاشیہ میں

پیدا ہوئے اور کہیں میں مسلم بن خالد الزینی سے فتویٰ کی تعلیم حاصل کی، اس کے بعد دین کا سفر کیا، وہ اس وقت جو مسائل کے تھے، انھوں نے ان کا کام اکلنے کے سامنے پیش کیا، اور ابابکر بن محمد ابی یوسف الاصلی سے سنا، اس کے بعد کہ گئے محمد بن ابی یوسف سے سنا، اس کے بعد بعض گورنروں کے یہاں، ان کی عرض سے یہاں گئے، کیونکہ اس وقت وہ بہت تنگی سے گزار رہے تھے، یہاں میں مستقل کاموں میں مشغول رہے، لیکن علم سے بلور ہوا نہ ہونے، اس کے بعد ان پر غور و تدبیر کی تہمت پڑی تھی، جس کی بنا پر وہ شافعی حلق میں آگئے، وہ سبب صحت ان کے علم پر گئی، تو انھوں نے فتویٰ کی تعلیم دینا شروع کر دی، ۱۰۰ھ اس وقت محمد بن حسن کچھ اسس تھے، ابو غازی: ص ۱۰، تاریخ الفتن العربی، ص ۱۶۹-۱۷۰۔

طبقات الفقہاء المشیر فی: ص ۳۰-۳۱، الاستقار: ص ۹۵-۱۲۱، طبقات

الشافعی لابن ہمام

کو پچاس روپے عطا کئے اور اس سے قبل انھیں پچاس سو سو پیش کئے اور ابو علی انصاری نے مزید یہ کہا کہ علم کے متلاشی مہربان ہیں جن کی محبت کو اختیار کرنا چاہتے ہیں جیسے خدا تعالیٰ میں کریں نے شافعی کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے مہربان حسن ایک اور شفیق کے ہماری بوجھ کے برابر نقل کیا اور جب میں نے انھیں علم حدیث کا تحفہ عطا کیا تو انھوں نے کہا کہ کسی سے کچھ طلب نہ کرنا تو اس پر انھوں نے کہا کہ جب آپ کی محبت مجھے حاصل ہے تو کسی اور سے کچھ طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے اور آپ نے کبھی اپنے اسماں کو جتایا نہیں مہربان حسن کا اپنے تمام اذہ کے ساتھ یہ ہر تاؤ دہرتا ہے

امام شافعی فرماتے ہیں کہ لوگ میری اس فقہ کے قائل تھے جو میں نے مہربان حسن سے حاصل کی تھی۔ اور وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو لوگوں کے ذریعہ میری حدیث کی حدیث شریفی ابن عیینہ کے ذریعہ اور فقہ میں مہربان حسن کے ذریعہ۔

امام شافعی مزید مہربان حسن کے متعلق یہ کہ کرتے تھے کہ میرے اور علم اور اسباب دنیا کے سلسلے میں جس قدر اسماں مہربان حسن ہے اتنا دنیا میں کسی اور کا نہیں۔ یہ فضیلت اوقات وہ ان کا ترجمہ کے انداز میں ذکر کرتے کہ یہ تمام چیزوں کی بات کی طاعتی کرتی ہیں کہ وہ امام عثمان کے بعد درجہ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔

وہ دو خیال اور کلمے ہوتے۔ مناظر اور بے شمار لایق است و تو کہ یہ ایک شاگرد کے لئے اپنے شیخ کے ساتھ ممکن ہے، ہرگز نہیں۔ امام شافعی اور مہربان حسن کے مابین دو لوگوں مابین کی محبت معروف و مشہور تھی اور امام شافعی کی عطا فرمائیں ان کا بلند صحبت و کردار لوگوں کی نگاہوں سے خفی نہیں ہے۔ الشیخ نے انھیں بغض و حسد اور کذب و تحسب سے کافی دور رکھا ہے۔

۱۔ بروغ الاثباتی، ص ۲۲

۲۔ بروغ الاثباتی، ص ۲۳۔

۳۔ بروغ الاثباتی، ص ۲۲-۲۵۔

کلامۃ

ابو جیدقا سم بن سلاما لہری، عمر بن ابی عمرو طرانی، محمد بن ساعد التیمی، علی بن
مسدد بن شداد الدلی، جعلی بن منصور الرازی، ابو بکر بن ابی مقاتل، احمد بن عمارات
القیروانی، رمون مذہب مالک، محمد بن مقاتل الرازی، ابن جریر الطبری کے شیخ، یحییٰ بن
مسیین المظفری، رجب اور احمد بن کے امام علی بن مسلم الطوسی، موسیٰ بن نصر الرازی،
نعماد بن حکیم البغلی، الحسن بن حرب الدی، ابن جبیل، ابو الساس حید، ابو التوبہ بن یحییٰ بن
نافع الحلبی، حیدر بن ابی حنیفہ الدیوسی، البرید بن عروین، یزید الجری، مصعب بن عبد اللہ
الرمیسی، ایوب بن الحسن النیسابوری، خلعت بن ایوب البغلی، علی بن صبیح، فضیل بن
حنیفہ، علی بن احمد بن، عمر بن حمیر، یحییٰ بن اکثم، ابو عبد الرحمن المویس، مؤدب آل شیبہ،
ابو جعفر محمد بن محمد بن مسہر بن النوسی، امام علی بن صالح البغوی، امام علی بن صالح
الکلیسانی، امام علی بن صالح الکیسانی کی روایت کی، علی بن صالح البغوی، امام علی بن صالح
کی روایت کی، امام علی بن صالح الکیسانی کی روایت کی، ابو بکر ابی ایوب
بن رستم الرازی، امام علی بن النعمان کی روایت کی، ابو بکر زکریا بن علی بن صالح البغوی، امام علی بن
رقاری کے شاہی شیوخ میں سے، ابو موسیٰ جعیلی بن بابان البصری، جن سے "الحلی علی
ابن یزید" کی روایت کی گئی ہے، ابو وہاب کتاب الحلی، ابو جعفر کتاب الحلی، علی بن ابی حمزہ
کے مولف ہیں، ابن کے علاوہ کتاب الحلی، الکبیر، کتاب الحلی، الصغیر اور کتاب الحلی، الحلی
والشافعی فی شریعتہ قبول الاشیاء کے مولف ہیں اور سفیان بن عیان، ابوی، ابوی، ابوی، ابوی
کے مصنف ہیں، جیسی، اہم شخصیات آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔ جیسی بن بابان نے آپ
سے فقہ کی تعلیم حاصل کی اور آپ کی شخصیت سے پوری طرح وابستہ ہو گئے۔

اور بہت سے آپ کے صحابہ نے بھی آپ سے روایت کی ہے، چنانچہ محمد بن
عمر واقدی نے بھی آپ سے روایت کی ہے۔ جس طرح کہ خود انہوں نے واقدی سے نقل کیا

کی ہے۔ اس سلسلے کو ہمیں ہمیں ختم کرنا ہوں۔

وفات

ابن حاتم ابن الخطیب کے مطابق محمد بن حسن کی وفات ۳۳۵ھ میں ہوئی۔ کچھ لوگوں نے سہرک بنیاد پر ۳۳۵ھ بتایا ہے، مختلف طور پر یہ اتفاق کیا جاتا ہے کہ ۳۳۵ھ میں آپ کا انتقال ہوا اور اس کے علاوہ النیاط، الخطیب اور دوسرے لوگوں نے جو ۳۳۵ھ بتایا ہے، یہ بھی درست نہیں ہے۔

ابن ہشیم کی روایت ہے کہ انھوں نے بتایا کہ ابراہیم بن عوف النخعی کے مطابق محمد بن حسن اور الکسانی دونوں شخصیتیں ایک ہی ساتھ بمقام "الری" ۳۳۵ھ میں اس دنیا سے تشریف لے گئیں۔ ان دونوں حضرات پر اربطن المرشید نے اپنے تاثرات کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہے: "انہما قد اوتیا علیٰ کوثر الی" میں دفن کر دیا۔ اس سلسلے میں ایک قول یہ ہے کہ پہلے محمد بن حسن کا انتقال ہوا اور اس کے دو دن بعد کسانی کا۔ اولیک قول کے مطابق دو قول کا ایک ہی دن انتقال ہوا۔ واللہ اعلم۔

من قبہ المکرری میں مذکور ہے کہ محمد بن حسن کی تدفین "الری" کے قلعہ محرقہ میں عمل میں آئی، جو جبل جبرک میں واقع ہے جہاں سے ہشام بن عبد المزیٰ کا گھر تھا۔ قریب ہے اسی لئے یہ برابر محمد بن حسن کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ کئی کاؤن رجنوہ مگاؤں میں حماد زلی اور کسانی کے گھر کے مابین پھر فرخ کی دوری ہے اور شہید فرخ وہاں سے پھر فرخ پہنچے اس کے ایک بجانب امام محمد کا قیام ہے اور دیگر

۱۔	برخانی، ص ۱۰۰۔	۲۔	تاریخ بغداد، ۲/۱۷۱۔
۳۔	برخانی، ص ۱۰۰۔	۴۔	ایضاً، ص ۱۰۰۔
۵۔	تاریخ بغداد، ۲/۱۷۱۔	۶۔	برخانی، ص ۱۰۰۔
۷۔	انہما علیٰ عینہما، ص ۱۰۰۔	۸۔	برخانی، ص ۱۰۰۔

جانب امام کسان کا قیام ہے۔ اور یہیں سے ہارون رشید سمرقند کے رافع بن اللیث بن نصر بن سہار سے جنگ کرنے کے لئے گئے۔ وہی ناپے جزیر میں یونس بن عبدالاعلیٰ ہے انھوں نے علی بن مسدد سے اور انھوں نے داؤدی سے جس کے مکان میں محمد بن الحسن کا انتقال ہوا روایت کیا ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں محمد بن حسن کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ مرنے کے قریب تھے، مجھے دیکھتے ہی وہ بے ہوش ہو گئے تو میں نے ان سے کہا کہ آپ صاحب علم ہوتے ہوئے اور وہ ہیں تو انھوں نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے تھوڑا سا موقع دے اور مجھ سے پہلے کبھی نہ آئے ہوں تو میں نے بے قیاد کیا ہے میرے عداوت میں جہاد کے لئے یا میری خوشنودی حاصل کرنے کے لئے تو میں کیا جواب دوں گلیاں کے بعد آپ کی روح پر داذکر گئی۔

صیری نے کہا کہ محمد بن محمد بن ابی رجا سے انھوں نے اپنے والد سے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے محمد بن حسن کو خواب میں دیکھا تو ان سے سوال کیا کہ آپ کہاں چلے گئے تو انھوں نے کہا کہ میرے لئے مسافرت کی دعا کیجئے۔ میں نے کہا کیوں؟ تو انھوں نے کہا کہ مکہ میں نے تم کو حلیہ طم جیسے دوپٹا پہنا ہے آج ہم سب ان کے لئے مسافرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ میں نے یہ بھی ان سے سوال کیا کہ ابو یوسف کے ساتھ کیا ہوا؟ تو انھوں نے کہا کہ وہ ہم سے ایک درجہ بلند ہیں۔ اس کے بعد امام ابو حنیفہ کے حلق سوال کیا کہ ان پر کیا گزری ہے؟ تو انھوں نے بتایا کہ وہ اعلیٰ علیین میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی رحمتوں اور سایوں سے ڈھانک رکھا ہے اور اللہ نے ان کے ان کے علوم و کمالات سے نوازا ہے۔

۱۔ بلوغ الامالی، ص ۱۱، المصنف، المکروری، ۱۳۹/۲۰۔

۲۔ انہار الی حنیفہ، ص ۱۲۹۔

قیس اجاب

محمد بن حسن شیبانیؒ — علمی سرگرمیاں

۱۔ محمد بن حسنؒ کی کتبوں کی اہمیت و خاندان مذہب پر ان کے اثرات

۲۔ بنیادی مصادر کے استفادہ

۳۔ تالیفات محمد بن حسنؒ

محمد بن حسن شیبانی

علمی سگرسیاں

امام محمد بن حسن کی کتابوں کی اہمیت و اہم مذاہب پر ان کے اثرات

محمد بن حسن کی حرکتیں ہم لوگوں کے سامنے موجود ہیں۔ ان کے ماحول سے
پہلے وہ سوانہ کیا گیا ہے اور یہ کتابیں حنفی مذہب کے لئے دستاویز ہیں۔ ان کی کتابوں کے
ذریعہ ان کا فائدہ اس قدر وسیع ہے کہ ان کی بنیادی مباحث کی حیثیت پرستی میں
اسی لئے انھوں نے ان کی تدوین کے لئے ہر مذہب کا خیال ان کی یہ کوشش رہی کہ ان کی اور
چند ایسی علماء کی لغویہ لوگوں تک منتقل کر دیں۔

حرفی علم کے بیان ان کی تصانیف عربی کی نظر سے دیکھی جاتی ہیں۔ کیونکہ وہ
ایک مشہور عالم تھے اور غیر معمولی مہارت کے حامل تھے۔ اس وجہ سے بھی انھوں نے عراق
کی لغویہ کو جاننے کے لئے جمع کیا اور روایت کے توسط سے نقل کرتے ہوئے بعد میں اسے نفاذ
لوگوں تک پہنچایا۔ یہی وہ اسباب ہیں کہ جن کی بناء پر ان کی کتابیں باصف حد اختیار
کی گئی ہیں۔ جن سے روایت ہے انھوں نے حسن بن داؤد سے روایت کی کہ انھوں نے
کہا کہ ہم چار کتابوں کی وجہ سے اپنی بصیرت پر ناز کرتے ہیں اور ۷۰۰ ہزار مسائل کے سبب
فخر کرتے ہیں کہ میں کوئی کتاب تک نہیں لے سکتا جس کی بنیاد پر ترتیب دیا جیسے دنیا میں
حسن کے نام سے جانتی ہے اور پھر پچاس سے عاقت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ انھوں
نے بہرہ نادر جناس کی محنت و شوق سے دوچار ہوئے اور اس کو دہروں تک جگتے
اور مگر یہ تمام کام اپنے ذہن کے سپرد کر دیا اور تعلیم و تصنیف اور تخریر کو اپنا

شمار بنایا تاکہ وہ اپنے مذہب اور مسلمانوں کی خوشنودی حاصل کر سکیں۔ ان کے
 رفقاء میں سے کسی نے سوال کیا کہ تم سوتے کیوں نہیں ہو رہے انہوں نے جواب دیا ہم کیسے
 سو سکتا ہوں جب کہ اس مذہب مسلک کا نگہیں سوجھ بوجھ اور انہیں مجھ پر اعتماد ہے اور
 وہ حزیب محمد بن حسن کے متعلق گواہ ہیں کہ جب کوئی معاملہ ہمارے سامنے پیش آتا ہے تو
 ہم اسے محمد بن حسن کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔ تاکہ وہ ہمارے لئے اس کی وضاحت
 کر دیں۔ اس لئے اگر میں خود ہی سو گیا تو اس میں دین کی تضلیع ہے۔ یہ کتب الطوام
 الاخیار میں مذکور ہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے علم کی شہرت محمد بن حسن کی تصانیف سے ہوئی
 کہ امام مالکؒ نے انہوں نے نو سو نوے کتابیں تصنیف کیں جو تمام کی تمام مائت و تیرہ
 چشتل ہیں۔

یہ بات بھی پوشیدہ نہیں کہ وہ تمام کتابیں جن کی تدوین مذہب حنفی کے کباب
 میں ہوئی ہے وہ سب کی سب محمد بن حسن کی کتب کے زیر اثر ہیں اور الاسدیہ جو
 اہل مذہب کی تدوین میں اساسی اہمیت کی حامل ہے وہ محمد بن حسن کی زیر نگہ رانی
 تالیف کی گئی۔

امام شافعیؒ نے قدیم جدید موضوعات پر قلم محمد بن حسن سے فقہ کی تعلیم لینے
 کے بعد ہی اٹھایا۔ اور انہوں نے محمد بن حسن کی کتابوں کی کتابت کی اور ان سے بہت
 کچھ حفظ کر لیا۔ ابن جنبل محمدیؒ کی کتابوں سے مسائل کے جوابات دیا کرتے تھے اور
 ان کے علاوہ دو سو سو فقہاء بھی ان کی کتابوں کی طرحت رجوع کرتے تھے یہ

۲۔ ہندیادی مصادر سے استفادہ

فقہ اہل حقہ میں محمد بن حسن کے اول شیخ امام ابوحنیفہؒ ہیں اپنی تصانیف کے اعتبار سے

۱۔ مقدمہ شرح غنیات الزیادات الفخریہ ص ۶۰ ۲۔ تاریخ الامانی ص ۶۱۔

۳۔ تبیض المصیفی مناقب ابی حلیفہ السید علی ص ۱۴

امام اعظم کے ساتھ جتنے دوسرے کتب کی تصانیف میں امام اعظم کی اثرات نمایاں ہیں بطور مثال ان کی کتاب کتاب الآثار سے چند نمونے پیش کر رہے ہیں۔

۱۱۔ ابراہیم حنفی فرماتے ہیں: تمام چیزوں میں عربوں کے ساتھ عربیوں کی شہادت سوائے حدود کے جائز ہے، اور محد کا خیال ہے کہ حدود کے ساتھ ساتھ تھامس میں بھی جائز نہیں ہے اھ یہ امام اعظم کا قول ہے۔

۱۲۔ قاضی شریعہ کا خیال ہے کہ چار اشخاص ہیں کہ جن کی آپس میں ایک دوسرے کی شہادت جائز نہیں ہے، عورت کی اپنے شوہر کے لئے، اسی طرح شوہر کی اپنی عورت کے لئے، باپ کی اپنے بیٹے کے لئے، اور بیٹے کی باپ کے لئے، پارٹنر کی اپنے پارٹنر کے لئے اور جس کی قذرت میں سودھاری کر دی گئی ہو۔ اور محد کا خیال ہے کہ یہی ہمارا بھی خیال ہے اور امام اعظم کا بھی۔ لیکن شرکت کے سلسلے میں ہمارا خیال ہے کہ پارٹنر اگر اپنے پارٹنر کی شہادت کسی غیر کے لئے دے تو جائز نہیں ہے۔

۲۔ المصلد الثالثی: دوسرے فرقہ کے سلسلے میں انھوں نے امام ابو یوسف سے استفادہ کیا اور ان کے تمام فقہی خیالات سے بخوبی واقف تھے انھیں امام ابو حنیفہ کی تمام مؤلفات کی تدوین پر کوشش حاصل تھی اور انھوں نے ان کی آراء کو عام بھی کیا۔ لیکن انھوں نے امام ابو حنیفہ کی کتب کی روایت صرف امام ابو یوسف کے طریقے سے نہیں کیا، بلکہ ان کی روایت دوسرے طرق سے بھی کی، جس کے مظاہر ان کی کتب میں نظر آتے ہیں مان کی بعض روایات امام اعظم سے اور بعض روایات امام ابو یوسف سے، ایسے کئی بعض روایات ابو یوسف سے نہیں ہیں اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے بعض دوسرے فقہاء سے بھی استفادہ کیا ہے جیسا کہ ان کے شیعوں کے سلسلے میں نیز نظر آئے گا۔
چشم حدیث: علم حدیث انھوں نے ایک طرف امام ابو حنیفہ سے حاصل کیا اور ان کے

۱۔ کتاب الآثار ص ۱۰۰، ابو حنیفہ و حقیقہ انسانی فی مذہب ابو یوسف ص ۱۲۵-۱۲۶۔

۲۔ مقالہ کی دوسری فصل ملاحظہ کریں۔

و اما مالک کے پاس سفر کر کے گئے جس وقت وہ دارالہجرتہ میں مقیم تھے۔ ان کی روایت موطا
معتبر بھی رہائی ہے مدام مالک سے تین سالی سماع حدیث کے بعد عراق واپس آگئے یہ سماع
پہلوؤں سے فن کے مذہب کے لئے مؤید ثابت ہوا۔

لا یریدہلو: امام غزالی وجہ سے مذہب حنفی کی جڑیں مضبوط ہوئیں کیونکہ انھوں نے ان احادیث
حنفی مسائل کا استدلال کیا جن پر وہ امام ابو یوسف اتفاق کرتے ہیں۔ اسی چیز میں فقہاء
محدثین کے لئے معائنہ ثابت ہوئی جنہیں حدیث سے دل چسپی اور لگاؤ ہے۔

یسرے پہلو: انھوں نے فرائض اور اسے عراق اور فرائض جہان کے ماہرین استدلال کی راہ پیدا
نہی کر کشش کی۔ یہ چیز دونوں مکتب فکر کے لئے کارفرما ثابت ہوئی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ انھوں نے فن تمام لوگوں سے مستفاد کیا جس کسی کا بھی حقے تعلق
ہو۔ ان کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ وہ ارباب من مالت کے پاس بار بار جاتے تاکہ وہ ان کے
حالات کی باریکیوں کو سمجھ سکیں اور یہ معلوم کر سکیں کہ وہ انھیں کیسے چلاتے ہیں۔

نہ ان کے سلسلے میں کسائی کے یہاں وہ بار بار جاتے، چنانچہ دونوں شخصیتوں نے ایک
سرے سے استفادہ کیا۔ کسائی نے ان سے فقہ کا درس لیا اور انھوں نے کسائی سے نہان کے
انگل دریافت کیے۔

معاذی اللہ سیر کے لئے واقعہ کی خدمت میں معاذی دی اور واقعہ ہی نے ان سے فقہ کی
مہم حاصل کی۔

یہی مذکورہ بالا مصادر میں من سے انھوں نے استفادہ کیا، لیکن یہاں یہ دیکھ کر ہمیں
ان کے علاوہ دوران کے مصادر و ذرائع نہیں ہیں۔ ان کے شیوخ پر نظر ڈالنے سے یہ بات واضح
پائی ہے کہ انھوں نے متعدد مصادر و ذرائع سے استفادہ کیا ہے جن کا اختراہ ممکن نہیں ہے اسی
ان کی مختلف کتب کا جائزہ لینے کے بعد یہ دلیل فراہم ہوتی ہے کہ ان کے مصادر میں صدیق و مؤید ہے

سہ ماہیقات محمدین حسن

القسم الأول: اصول حدیث سے متعلق کتب و رسائل میں کتاب الفکر، البسوط، الجامع الصغیر،
الجامع الکبیر، الدرر المثل، الدرر النایب، الدلیل الصغیر اور الدلیل الکبیر۔

مذکورہ کتب کے موضوع کو اصول و نظام اور رائج و قرون کتب یا ماہیہ کے موضوعات کی روایات جو متحدہ ہیں وہ ثقافت کے حلقے ہیں جو روایات ان سے ثابت ہیں یا متواتر ہیں یا مشہور ہیں۔

حق ابن امیر حاج العالی نے المیزان کے باب التسمیہ کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ محمد
نے کتب کریمہ کو ایروست کو سنایا اور ان تمام کتب کے متواں میں الکبیر حملہ کیا نہ کہ یہ چیز تعصیف
میں جا رہی تھی مثلاً الحارث، الکبر، المنذر، المکی، المادنی، الکبر، والجامع، الکبر اور السیر الکبریٰ

القسم الثانی: کتب غیر علامہ مولانا امجد علی قاسمی کے مقابلے میں کہ جس وقت ان کے سامنے ان کی

مذکورہ کتب اس کے بغیر ظاہر الروایۃ کہیں پہنچتی ہیں کیونکہ قسم اول کی طرح یہ محدث سے غایت خفیس

آبِ سَمِ اَوَّل کی کتب کا احوال گرایا جائے گا جس کا تعلق فقہ حنفی سے ہے یہی وجہ ہے کہ علماء کرام نے اس پر خصوصی توجہ برتی ہے، ان کی شرحیں لکھی گئیں، ان سے مسائل نکالے گئے، ان کے اصولوں کو مضبوطی سے پکڑ لیا، اور ان کے فروعی مسائل سے بلونی واقعہ ہو گئے، چوتھی صدی کے یونانی میں ابو القاسم محمد بن محمد بن احمد المرحوم جوالا کرم الشہید کے نام سے مشہور ہیں انہوں نے الکافی کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی جس میں محمد بن حسن کی پہلی قسم کی تمام کتب کی چیزوں کا ذکر کیا، اور کچھ مسائل کو حذف کر دیا کیونکہ ایک ہی مسئلہ کو وہ اپنی کتاب میں چند جگہوں پر ذکر کرتے تھے۔

شخص الاثر میں نے اپنی کتاب البیروت میں الکافی کی شرح لکھی۔ اصل مانی

۱۔ - یوزخیر میں: ۱۵۰۰۰۰ - ۲۰۰۰۰۰ - ۲۱۹ -

۲۷۱

انہی کے دلائل کے باب میں اس سے استفادہ کیا، اسی طرح مسائل کے سلسلے میں قیاس کی جو مختلف صورتیں ہیں ان سے بھی فائدہ اٹھایا۔ البتہ سواد کے اندر جو چیزیں مذکور ہیں حاجت کار جو کہتی ہیں۔ اسی لئے طرسکی کا یہ قول صداقت ہے، یعنی ہے کہ اس کتاب میں جس چیز کی مخالفت کر دی جائے پھر اس پر عمل کرنا ممکن نہیں، مگر ملاحظہ صرف اسی پر احتیاد کیا جائے گا اور اسی کی طرف رجوع کیا جائے گا۔

محمد بن حسن کی موجودہ اور مسودہ کتب کو تین حصوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔
(۱) مطبوعہ (۲) مخطوط (۳) اور منقودہ۔

ظاہر الروایت کی تمام کتب مطبوعہ ہیں

کتاب الآثار اس میں امام اعظم سے مرفوعہ موقوفہ اور مسندہ روایت نقل کی گئی ہیں۔ زیادہ تر ابواب میں غشی سے مروی ہیں، اور اس میں امام ابو حنیفہ کے علاوہ دوسرے میں شیوخ سے روایت کی گئی ہیں، موضوع کے اعتبار سے یہ کتاب بہت مفید ہے، شیوخ کرام کی اس کی روایات پر جرحی توجہ دی ہے اور انہوں نے اس سے اپنے اثبات میں بھی غشی دو حاصل کی ہے۔ اس کتاب کے روایات کے بارے میں ملاحظہ ابن حجر نے ۶۱۲ فی البحر فقہ روایات الآثار کے عنوان سے ایک کتاب تصنیف کی ہے۔

یہ کتاب اپنی بیشتر روایات کی رو سے البراءت کی کتاب الآثار سے مشابہ ہے اور یہ دونوں کتابیں امام اعظم کے لئے مسند ہیں اور مذہب حنفی کی تائید و توثیق کے لئے یہ دونوں کتابیں غیر معمولی حد پر کہتی ہیں۔ دونوں میں بے شمار ایسے مسائل اور فتویٰ ہیں جو فقہ سے بیان کئے گئے ہیں اور ان کی غلطی بھی بیان کی گئی ہیں، پھر ان پر قیاس کیا گیا ہے، اور فروعیات، اصولوں کی بنیاد اور وضع قواعد کبھی بحث کی گئی ہے کچھ

مہد الحسنی نے اسے جیل میں شائع کیا۔ جس میں اس کی تحریکات کے
ساتھ لاکھوں سے شائع ہوئی۔

الاصل فی القروع (البسوط)

۱۴۴۱ھ میں لکھی گئی ہے۔ اس کی مہمائی ہے کہ یہ پہلے شخص ہیں جس نے
قرآن کو سونپا کیا۔ انھوں نے متعدد عظیم کتابیں تصنیف کیں اس کے بعد ان کے اصحاب نے
ان کے اس طرز کو اپنایا۔ اور اس موضوع پر بے پناہ کتابیں تصنیف کیں۔ کہ اس
میں غلطی کے، کچھ کئی کی، کچھ چیزوں کو آگے پیچھے کیا، چنانچہ اسے نہایت سلیقے سے
ترتیب دیا اور اپنے امام کو شیخ کے اصولوں پر عمل کر فرومیت تک گئے چنانچہ امام محمد بن
حسن نے خصوصی طور سے اس موضوع پر جیسے اہم کام کئے اور مختلف فرومیت کو موضوع
بحث بنایا۔ چنانچہ انھوں نے نو سو سنا تھے کتابیں و نہیات کے موضوع پر تصنیف
کیں۔ ان کے انتقال کے بعد علماء کرام نے ان کی کتب پر توجہ مرکوز کی۔ اور ان کی تحریک
نگہیں خصوصاً اس کتاب کی۔

۱۔ الاصل نہایت مبسوط کتاب ہے، دیگر کتابوں کے مقابلے میں زیادہ عظیم
اہم اور جانت ہے۔ درحقیقت یہ ایک ایسا مستند ہے جس کے ساحل کا بڑا نہیں اس
میں پہلے ایک مسئلہ کو ذکر کیا ہوا ہے اس کے بعد اس کی بے شمار جزئیات پر بحث
کی جاتی ہے چنانچہ اس کے باعث ایک تسلیم کی، ستر مس سے باہر ہونے میں اور وہ
اس کو سمیٹنے سے عاجز تھا ہے۔ اس کی طرز مرنے نے اس وقت شائع کیا جب
اہل عراق نے ان سے سوال کیا، وہ فرماتے ہیں کہ خطیب کے بیان کے مطابق وہ
تمام ائمہ کے زیادہ جزئیات میں آئے ہوئے ہیں۔

ایک خیال یہ ہے کہ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا مؤلف کی تحریر میں قدر پائے کی
وسیع نظریہ اور ایک ہی مسئلہ سے بے شمار مسائل کی تخریج کو دیکھ کر ششدر ہو جائے گا۔
وہ ایک مسئلہ سے متعدد مسائل پیدا کرتے ہیں۔

مکتبہ الظنون میں اس کتاب کے حلقہ کے الفاظ آئے ہیں کلام محمد الشیبانی
کی کتاب مبسوطہ جس کو انھوں نے تنہا تالیف کیا ہے۔ اس میں پہلے مسائل
صلاۃ سے بحث کی گئی ہے۔ اب کتاب الصلوۃ سقائے مسائل میں آئی ہے۔
ابو سعید کے تحت ذکر کیا گیا اور اسی طرح ایمان اور اکر اور ظہار و خیال کی گئی۔

محمد بن اسحاق السمری نے اپنی فہرست میں یہ ذکر کیا کہ اصل کتاب الاصل
۱۰۰۰ جوں پر مشتمل ہے۔

انھوں نے جو اس کتاب کے مقدمہ میں مکتبہ اجتہاد الراسی کے حلقہ ذکر کیا
ہے غلط یہ ایک مستقل کتاب ہے کیونکہ اس کا مآصل میں ذکر نہیں ہے۔ اور نہ اسے
محقق المآثر شیبانی میں ہے۔

اس کتاب کا ہیئت اور علوم منزلات کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ امام
شافعی نے اے حنفی! اور اس کے طرز پر امام شافعی نے تالیف کیا۔

اس کتاب کی برکت کا یہ عالم ہے کہ جیب اہل کتاب کے کسی حکیم نے اس کتاب
کا مطالعہ کیا تو اسلام لے آیا اور یہ تا خطا ہر کیا کہ جیب محمد کی کتاب الاصل کا یہ حال ہے
قرآن کی کتاب الاکبر کا یہ حال ہو گا۔

یہ کتاب چھ جلدوں پر مشتمل ہے اور ہر جلد پانچ سو صفحات کا مطالعہ کے مستحق
ہے محمد بن حصص آپ کے شاگرد دیکھنا وایت کے مطابق اور ابن ماجہ بن کا قول

۱۔ مقدمہ الاصل ۲ کے مکتبہ الظنون ۱۵۵۷۲

۳۔ فہرست السمری ص ۲۰۴ کے مقدمہ المبسوطہ ص ۳۰

۴۔ جریح الامالی ص ۱۰۰

میتھ اس انسان جیسی ہے جس نے ایک گھر بنایا اور یہ تیار کیا اور اسی زمین کے ذریعہ
گھر کے اوپر ہی حصہ پر جا کر گھر کی تعمیر مکمل کی اور نیچے اتر آئے اور زمینوں کو گر لو یا اور لوگوں
سے کہا کہ تمہاری ذمہ داری یہ ہے کہ اس کے اور جو مسئلے۔

اس کتاب اور شیخ کے اندر ایسی برکت تھی کہ جو لوگ اس کا مطالعہ کرتے
ضرورتاً انہیں ہدایت اسلام نصیب ہوتی، لوگوں نے اس کی حیرت انگیز زبان اور کتب
پر اظہار خیال کیا ہے اللہ عیسیٰ ابن المفلح العادل الاویہ نے روایت کی ہے
کہ بعد کے ایک سہودی نے محمد بن حسن کی ۲۱ جامع الکبیر طلب کی اور پڑھنے کے بعد فرمایا
کہ کیا کسی نے دین اسلام پر اتنی بھی بحث کی اور کیا کسی نے مسائل کی نزاکتوں کی اس
انداز سے دکھایا ہے چنانچہ انہوں نے اس کا مطالعہ اپنے لئے لازم قرار دیا اور چٹایا کہ
یہ تمام چیزیں کسی نبی ہی سے منسوب کی جاسکتی ہیں اور میں اس کا گواہ ہوں کہ یہ نبی
بحق تھے اور بعد میں تسلیم حقانیت کے بعد مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے اور انہیں ملا یوں
نے کہا کہ یہ محمد بن حسن کی کارناموں کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب کے قارئین کے لئے جو علوم کھلائے ہوئے ضروری ہے ایک نئے کتاب
عزیز کا دور سے آغاز دیکھیں قرآن مجید جو تھے خوب پانچویں زبان انہیں چھٹیں حساب کا اور جو
شخص ان علوم کا حامل نہیں ہوگا وہ اس کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ ہر تقلید
کرنے کے لئے۔

محمد بن حسن نے دو بار جامع الکبیر کو لکھا، پہلی بار تصنیف کیا تو ان سے ان
کے صاحب ابو جنس الکبیر ابو سیمان الجوز جانی، ہشام بن سعید الشاذلی، محمد بن
سعود ان لوگوں نے ان سے روایت کی۔ اس کے بعد اس پر نظر ثانی کیا تو کچھ ابواب کے
مضافہ کئے۔ مسائل کی تعداد جو گئی اور مختلف جگہوں پر عبارت کے ایجاب کو دور کر کے

اس میں حسن یہ کیا اور معافی میں معاف اس کے بعد ایک بار پھر ان کے صاحب نے روایت کی۔ الجامع الکبیر نقیض مستطال سے غالی ہے اس میں کتاب صفت سے دلیل ماخوذ نہیں ہے اور نہ ہی قیاس کو بہت واضح اعلاز بتایا ہے۔ لیکن جہت ہر باب کے مسائل پر خود کی جملہ امور مسائل کی جزئیات دیکھنا میل کا نتیجہ کیا جائیگا تو بین بالسطر قیاس نظر آئے گا قیاس کو تفصیلات اور فروعات کی تہوں میں تلاش کیا جاسکتا ہے انھوں نے قیاس کی بنیاد نص پر نہیں رکھی ہے۔

یہ کتاب نہایت اہم مسائل پر مبنی ہے اور اس کا انحصار عین روایات اور متون روایات پر ہے۔ یہ جامعیت ایک بین مثال ہے۔ اس کے باب میں ایک شجاع فرماتے ہیں کہ فقہ کے موضوع پر کسی نے اب تک ایسی کتاب تصنیف نہیں کی۔ امام ابو بکر رازی اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے بعض مسائل کو دیکھتے تو اہل نحو کی بعض اہم بحثیں ان میں نظر آتی ہیں۔ جہدہ ابو بکر رازی کو حیرت ہے۔ اہل کتاب نے بہت سے غوی مسائل کو اس میں ذکر کیا ہے۔

امام علی بن ابی طالب کی شخصیت کی سند سے روایت کی ہے کہ انھوں نے زبان عربیہ کے لحاظ سے اس کتاب کی غیر معمولی آفرینش کی ہے۔

علامہ خلیل الدین بن حیدر اللہ نے "الموسل" سے ماہ حرم میں علامہ کو قاضی شوق الدین بن عین کی خدمت میں لکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ میں ایک طرحی دروس سے محمد بن حسن کی "الجامع الکبیر" پر خود درخواست کر رہا ہوں۔ اس کی کچھ چیزیں میرے دل پر نقش ہو گئی ہیں۔ ایک عجیب و غریب کتاب ہے۔ اس کی مثال ملکی مشکل ہے اس میں مشکل ترین سوالات کے گئے ہیں اور ملک معظم بمصر بن ملک مدول کی زبان ان کے جوابات ایسے گئے ہیں۔

یہ کتاب فقہاء کی آراء کے لئے میزان کی حیثیت رکھتی ہے۔ فطرس ان کی ذہانت و
کاہلت اور مسائل میں ان کے بین جو اختلافات موجود ہیں ان کا بھی اس کتاب کے انداز
کیا جا سکتا ہے۔ جمہور علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ انھیں عربی زبان پر پورا مہر حاصل ہے
اور اسلوب بیان میں بھی اس کا وہی مقام ہے جو کہ فقہ میں۔

یہ کتاب متعدد مرتب شاخ پر مشتمل ہے۔ ۳۲۰ میں قاہرہ مصر سے شائع ہوئی اور
میں میں حیدر آباد ہندوستان سے ابو الوفاء اللہی کی نگرانی میں شائع ہوئی۔

۵۔ الحجۃ علی اہل اللہینۃ: قاہرہ الدایۃ میں سے متعدد جہت سے حاصل ہے
جب کہ علماء کرام نے اس پر اعلیٰ درجہ کی تحسین کیا ہے۔ اس کا عنوان المطمح البینۃ علی
مصلح اللہینۃ۔ یہ مستعمل کے کتبہ سرسید پور میں غلط طور کی شکل میں موجود ہے، جس کا
نمبر ۲۵۰ ہے۔

اس کتاب کا سبب تالیف یہ ہے کہ محمد بن حسن جب دام مالک بن انس کے سامع
حدیث کے لئے دینزدار رہے تو دارالہجرت کے سامنے ان کے ساتھ تین سال قیام کیا اور
وہاں پر ان سے اور ان کے شاگرد دیگر علماء سے روایت کی اور بہت سے علماء سے استفادہ کیا
اور نہایت اعلیٰ درجہ پر ان کے عقائد و دلائل پیش کئے اور ان دلائل کو کتاب الجوزہ کے
نام سے جمع کیا اور جب عراق واپس گئے تو ان کے بہت سے شاگردوں نے ان سے روایت کی
اور ان ہی سے ان کی روایت کی بنیاد پر یعنی ابن ابی ابان کو حدیث پر شہرت ملی۔

اسی کتاب کی روایت امام شافعی نے اپنی کتاب الام میں روایت کی ہے اور
اس پر تعلیقات پیش کی ہیں اور امام غزالی جس کا کوہستہ نقل کیا ہے ان پر امام شافعی
نے مناقشہ کیا ہے اور اسی طرح ابی دینار کے آراء پر اعلیٰ درجہ کی کیا ہے۔

یہ کتاب ہندوستان میں حیدر آباد کے پرنس: السارون مشرقیہ (بڑا لانا) سے

پرنس مشرقیہ (بڑا لانا) سے۔ ۱۔ ۲۔ ۳۔ ۴۔ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔

۳۹۵۔ اس میں ترتیب و تصحیح اور جلدی حسن گیلانی کا جلدی کی تخلیق کے ساتھ شائع ہوئی
۱۹۷۵ء اس کی طباعت ابو الفدا الافغانی کے زیر نظر عمل میں آئی۔ یہ کتاب مکتبہ المصنوعہ کے مکتب
الہامانی شبرا الکلہ پر ختم ہوئی ہے۔

کتاب کے بارش کا گہنا ہے کہ لوگوں کو اس خطوط کے تمام نسخے غیر مکمل ملے، لوگوں نے
ان میں دھام شافعی کی کتاب اہام سے ملنے کے جس میں انہوں نے محمد بن حسن پر
تحقیق کی ہے۔

۶۔ الزیادات: اس کو محمد بن حسن نے الجامع الکبیر کے بعد تصنیف کیا۔ الجامع الکبیر کی
تالیف سے غفلت کے بعد اس کتاب میں بہت سی لمبی فروع کا ذکر کیا جو الجامع الکبیر
میں نہیں ہے اور اس کو الزیادات کے نام سے منسوب کیا۔

یہ نہایت جامع کتاب ہے جو سات ادب پر مشتمل ہے۔ الجامع الکبیر میں جو چیزیں
اُسے مل گئی تھیں ان کو اس میں سمویا۔ زبان کی تصانیف میں ایک گراں قدر کامیت
کی حامل ہے۔

علماء کرام اسے فتاویٰ میں شمار کرتے ہیں اور بعض علماء نے اسے مظاہر الروایۃ سے متعلق
کتب میں شامل کیا ہے۔ اہل علم نے اس کی شرحوں پر کافی توجہ مبذول کی ہے یہ کتاب
محمد بن حسن سے مروی کتب میں اعلیٰ مقام کی حامل ہے۔ ان جن لوگوں نے اسے فتاویٰ میں
شامل کیا ہے وہ مناسب نہیں ہے۔ اس قول سے شروع اس کی تائید ہوئی ہے کہ کتب
لے فتاویٰ کی شوق بیان نہیں کی ہے۔ علماء کرام کو فتاویٰ اور اس کے اصولوں کا علم صحیح

الترقیۃ والشرح

علماء کرام نے الزیادات کو ترتیب دیا، اس کی شرحیں لکھیں اور اس پر تعلیقات
درج کیں۔

۱۔ متعدد طبع میں ۲۔ متعدد طبع شوق شرح الکتاب ص ۸۰۔

۳۔ بیروت ص ۸۰

- ۱۔ محمد الدین سلیمان صاحب النسخۃ دست ۱۰۵۴۱۲/۱۵۵۴۱۲ کے تحت پائے جلاتے ہیں اس پر محمد بن محمد
 محمد اسیدی کی تخریق دست ۱۰۵۴۱۲/۱۵۵۴۱۲ نے اس پر تعلیق لکھیں۔ اس کا عنوان ”سکک الافادات“
 فی شرح التزیادات ہے جو حمود لؤلؤ تاجری میں دست ذیل نمبر ۲۸۲۲ کے تحت موجود ہے۔

الشرح

مستند ملانے اس کی شرحیں لکھیں۔

- ۱۔ احمد بن محمد طبرستانی دست ۱۰۵۴۱۲ نے غریبی کی شرح التزیادات پر حواشی لکھیں
 حمود حمید آباد ہندوستان کے پرنس آف انڈیا نے نشر المجلد اسلامیت کے تحت ۱۰۵۴۱۲ میں شائع ہوا ہے۔
 ۲۔ فخر الدین الحسن بن منصور بن حمود لاہندی کا شیخان نے جو شرح لکھی تو انھوں نے
 زیلعی تراجم محمد بن سلیمان بن ابراہیم کی ترمیم پر کیا۔ یہ جوڑنی کے شہر بلخ کے کتب خانہ
 میں نمبر ۱۳ کے تحت موجود ہے۔ اس کا تخریق کی لاہوری ”الفتح“ میں نمبر ۱۰۵۴۱۲
 اور ۱۰۵۴۱۲ کے تحت پائی جاتی ہے۔ حمود ہندوستان کے شہر بنکس کی لاہوری میں نمبر ۱۰۵۴۱۲ کے تحت
 ”تزیادۃ التزیادات“ التزیادۃ تراجم کے بعد اس کی تالیف کی۔ اس میں دو سرفروغ
 ذکر کیا ہے اس سے بڑھ گئی اور ایک ملا صاحب چیز ہو گئی۔ جیسا کہ شیخان نے اپنی شرح میں
 اس کا ذکر کیا ہے۔

ابوالوفاء افغانی نے غریبی کی مروف شرح افکات کی تحقیق کرتے ہوئے بتایا کہ
 اس کے کسی حصے کی دریافت نہیں ہوئی۔ لیکن فواد سرکین نے اس کے نمونہ نسخوں
 کی جانب متاریخ التراث العربی میں اشارہ کیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ آئرلینڈ کے شہر

۱۔ تاریخ التراث العربی ۱۰۵۴۱۲۔ ۲۔ ایضاً: ۱۰۵۴۱۲۔

۳۔ ایضاً: ۱۰۵۴۱۲۔ ۴۔ مقدمہ کتاب النکت، ص ۱۔

۵۔ مقدمہ الطبع کتاب النکت، ص ۲۔

تشریح میں میں میر ۱۲۰۹ء کے تحت موجود ہے۔ دوسرا تنہا کی قرآن میں ۱۲۰۹ء کے تحت
۱۲۰۹ء کے تحت پایا جاتا ہے اور تیسرا جو کہ لاہور میں لکھنؤ کے زیرِ تحت موجود ہے اسے علامہ اکرام
نے اس کی شرح میں لکھی ہیں۔

۱۔ اس کی ایک شرح محمد بن احمد شریعت ۱۲۰۲ء میں نے انکیت کے نام سے تحریر
کی ہے جس کو ابو الوفا افغانی نے حیدرآباد سے ۱۳۰۳ء میں شائع کیا ہے۔

۲۔ احمد بن محمد السیوطی ۱۲۰۹ء میں نے انکیت پر حواشی لکھی ہیں اسے ابو الوفا
افغانی نے حیدرآباد سے ۱۳۰۳ء میں شائع کیا ہے۔

۳۔ السید الکبیر بن محمد بن حسن مالیر الکبیر نے قبل اسے تالیف کیا، اصل کتاب محمد
بن احمد شریعت کی شرح میں موجود ہے اور یہ شرح مخطوط کی صورت میں دستخط کی لاہور میں
۱۲۰۹ء میں ۱۲۰۹ء کے تحت موجود ہے۔

مالیر الصغیر کو امام محمد بن حسن نے ابو الوفا سے روایت کی ہے۔ بلکہ تمام چیزیں
جو مالیر الصغیر میں موجود ہیں وہ ابو الوفا سے ہی سے مروی ہیں۔

کتاب کا موضوع احکام جہاد ہے مگر کیا چیزیں اس میں جائز ہیں اور کیا چیزیں
ناہائز، مسلح کے حدود کو کب توڑنا جائز ہے اس پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے، احکام مان،
غنائم، قیدی اور استرقاق (انعام کا مالک ہونا) پر مباحث موجود ہیں اور ان کے علاوہ ان
چیزوں کی مصلحت بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ کون سی چیزیں جنگ پر آمادہ کرتی ہیں اور کون سی
چیزیں جنگ کرنے سے منع کرتی ہیں۔

۴۔ السید الکبیر بن محمد بن حسن کی فقہ کے موضوع پر دوسری کتاب ہے، اس کی
تالیف کا سبب یہ ہے کہ ان کی کتاب السیر الصغیر، عبدالرحمن بن محمد الادراعی (ابن شام
کے مالک) کے ہاتھ لگی تو انھوں نے یہ تحقیق کی کہ اس کا مولف کون ہے؟ تو انھیں بتایا

عیا کرے محمد عراقی کی یہ تصانیف نے کہا کہ اس سے عراقی کا کیا تعلق ہے اور اس موضوع پر انھیں تصنیف کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ انھیں سیر، سفارسی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا علم نہیں ہے۔ آپ کے صحابہ کرام کا تعلق شام اور نجد سے تھا۔ کہ عراق سے یہ ایک بالکل نئی چیز ہے۔ جب یہ خبر محمد کو معلوم ہوئی تو آپ ان پر عداوت کا اعلان کر دیا اور خود کو فارس کے اس کتاب کو تحریر کیا۔ اور اس کے بعد اس کا نام عراقی نے اسے بطور اہم اثر دیا۔ مگر اس میں انھوں نے احادیث کو جمع کر دیا تو میں یہ کہنے سے باز نہ آیا کہ انھوں نے اسے گڑبگ کر پیش کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے امام ابو ذریٰ کو صحیح بات کہنے پر مجبور کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ وہ فوق علی ذی علم علیہ السلام۔

غرضی کے بیان سے دو چیزیں سامنے آتی ہیں ایک تو یہ کہ تالیف کے لحاظ سے کتاب السیر الکبیر محمد بن حسن کی کتابوں میں سے دوسری کتاب ہے اور دوسرے کہ اس کا سبب تالیف صرف ابو ذریٰ کا وہ انکار ہے کہ اہل عراق کی سیر کے موضوع پر کتابیں نہیں ہیں نیز ابو ذریٰ کا وہ لکیر کبیر کو انور پر مضمنا یہاں مناسب سمجھتا ہوں کہ قند سے ان دونوں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جائے۔ پہلا پہلو تو وہ بالکل واضح ہے کہ لکیر کبیر نے اس کی روایت ان سے نہیں کی ہے جس کی طرف ابو جعفر الکبیر محمد بن جعفر نے اشارہ کیا ہے کہ انھوں نے اس کی تکمیل کے فوراً بعد عراق کو خیر باد کہہ دیا تھا۔ اس کی روایت ان سے ابو سلیمان جوزہانی اور اسماعیل بن ابی بکر نے کی ہے۔ اور ان لوگوں نے کہا کہ اسے محمد بن حسن نے اس وقت لکھا جب کہ ان کے اور ابو یوسف کے مابین اختلاف پیدا ہو گئے تھے۔ اس کا ذکر انھوں نے کتاب میں نہیں کیا ہے۔

دوسرا پہلو یہ کہ اس کی تالیف کا سبب ابو ذریٰ کا انکار ثابت ہو اور تالیف کے بعد انھوں نے اس کا مطالبہ کیا تو یہ چیز بالکل اعتبار سے ناقابل قبول ہے کیونکہ ابو ذریٰ کا

انتقالِ خطبہ میں ہوا اور امام محمد بن حسن کی پیدائش چھ ماہ بعد ہوئی اور چھ ماہ میں ان کا انتقال ہوا۔ اس طرح یہ ہوا کہ خطبہ سے قبل محمد بن حسن نے اپنی تمام کتب تالیف کیں یعنی ۵۰۰ مسال سے قبل۔ یہ بات ناممکن اس لئے ہے کہ سن ابتداء تالیف کے لئے سن صحیحاً ثابت ہو یا اگر ہم اسے تسلیم کر لیں کہ انھوں نے یہ کتاب امام ابو حنیفہ کی زندگی میں تصنیف کی تو تاریخی حقائق اس کا انکار کوئس کے کیونکہ راوی حضرت کا حدود اس عہد میں نہیں ملتا مثلاً ابو جعفر الکلبی اس عہد میں نہیں تھے۔ متن سے یہ واضح ہے کہ اس کی تصنیف اس وقت عمل میں آئی جس وقت ان کے اور یوسف کے مابین دو کتاہی اس کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کے حضور محمد بن حسن اس وقت جانے کے لائق نہیں تھے، بادشاہ کے یہاں ان کی آمد و رفت سن بلوغ کو پہنچنے کے بعد ہوئی، اور اس کے بعد انھوں نے ابو یوسف اور دوسرے علماء کے علم سے خوب استفادہ کیا۔ واللہ اعلم بالصواب کوثری نے بلوغ الامانی میں ذکر کیا ہے کہ شیبانی کی اس تصنیف کے مظلوم پر آنے کے بعد ابو جعفر عکبر بخاری واپس لوٹے اور ان کی روایت صرف وہ وقت بعد از مشافہ جو زبانی، اسماعیل بن ابی قزوقی، عسکری، محمد وری تھے۔

یہ کتاب محتاج تعارف نہیں ہے، مؤلف نے اسے ساتھ الیاب پر مقسم کیا ہے کتاب کا موضوع جنگی امور سے متعلق ہے، مثلاً جنگ میں مشرکین کے ساتھ کیا بتلا اور کیا جنگ کے احکام کیا ہیں؟ کیا پوچھے تو اس کی بین الاقوامی قانون کی حیثیت ہے کیونکہ اس میں یہ بحث ہے کہ مسلمانوں کا جنگ کے وقت کیا نقطہ نظر ہونا چاہیے، لیکن انھوں صدافسوس کہ محمد کا اصل متن قاطب ہے اس لئے اس کی طبع و جوع کرنے سے بہت اصرار ہے۔ آج ہمارے سامنے اس کا صرف وہ حصہ موجود ہے جس کی روایت شمس نے اپنی جیل کی یادداشتوں میں کی ہے شمس کی شرح امیر الکلیہ حیدر آباد میں دائرۃ المعارف عثمانیہ

۱۔ البیہقیہیات و صمد و کرا، ۱۳۲۵ھ، ۱۵۰۱۔ البیہقیہ الکثر، ص ۳۰۔

۲۔ متحدہ شرح شمس ص ۱۲-۱۳ بلوغ الامانی ص ۶۳۔

چار جلدوں میں شائع ہوئی ہے اور ۱۹۵۷ء میں اصلاح الدین محمد کے زیر نگرانی مطبعت
شکر سہ ماہہ مصر سے شائع ہوئی۔

امام احمد کے متن پر نظر اٹھانے سے اندازہ ہوتا ہے کہ کون فریل معائنہ اس میں ملے ہیں
قرآن کریم، بخاری سے متعلق احادیث جو کہ مسلمانوں کی جنگوں اور ان کی فتوحات کے
درمیان رونما ہوئیں اور قیاس۔ اسی لیے احکام کے باب میں یہ ایک مثالی کتاب ہے۔
ترک شہنشاہیت کے زمانہ میں اس کا ترکی زبان میں ترجمہ ہوا اور عثمانی مجاہدین کے
لئے ایک اساس اور بین الاقوامی تقاضوں ثابت ہو جس وقت کہ وہ اور پیکر سر پر کار
تھے۔ استقبال میں یہ ترجمہ ۱۳۳۲ھ میں شائع ہوا۔

۱۰۔ المخطوط بروایت امام محمد بن حجاج سن: دو کتابیں جن میں روایت حدیث کی اکثر
تحقیق کا ذکر ہے۔ چکھار اور کتاب التاخذ کا بھی ذکر آپ کا اس وقت ہمارے سامنے دیا
ہے جس کی تدوین محمد کی اس روایت پر مبنی ہے جو امام مالک سے ہے اس میں امام
مالک سے روایت کر دیا ایک ہزار سے زائد مرقوع اور موقوف احادیث ہیں اور اسے
انھوں نے ابو حلید الباقی سے سنا اور انھوں نے ابو ہریرہ سے سنا اور انہی کے
توسط سے سوط امام محمد انس میں عام ہوئی۔ اور اسانید و خطا بروایت محمد بن یوسف اللامانی
میں پھیل رہی ہیں۔

علی القاری، اشہاد کے شارع یہودی اور عثمان الکماش نے اس کی شرحیں لکھیں
یہ لایہندوستان میں عبد الحی نکستی کی خانہ تصنیفات کے ساتھ متعدد بار شائع ہوئی گئی
مطامع مالک محمد بن حسن شیبانی کی روایت متعدد بار شائع ہوئی ہے۔ لکھنؤ
سے ۱۳۵۷ھ میں شائع ہوئی۔ ایران کے شہر قازان سے ۱۳۵۸ھ میں شائع ہوئی اور
عبد الوہاب اللطیف کی تحقیق کے ساتھ قاہرہ سے بھی شائع ہوئی ہے۔

مسائل فی حقیقۃ اشیائی ہے۔ اس کا مخطوط جرمنی کے شہر ہلن میں ۱۲۵۰ء کے تحت تصانیف
 ہے۔ کتاب کی تاریخ پری ۱۱۰۰ سالہ اور طریقہ میں ۳۶۷۲۱ نمبر کے تحت موجود ہے۔

۱۱) الکسب: اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ اس کی تکمیل سے قبل آپ کا انتقال
 ہو گیا۔ لوگوں کا ان سے مطالبہ تھا کہ الوداع کے موضوع پر ایک کتاب تالیف کریں تو
 انہوں نے کہا کہ میں نے الوداع کے موضوع پر تالیف کر دی ہے۔ کیونکہ ہر جہاں بھی حج کرتے
 کو فرض اسلامی سے اجناہ و سناپ ہوتا ہے لیکن جب لوگوں کا زیادہ اصرار ہوا تو انہوں
 نے اس موضوع پر قلم اٹھایا مگر دس سہ تکمیل سے قبل ہی ان کی مدح فقہ حنفی کے
 پروردگار گئی، شمس الدین غری نے کتاب الکسب کی شرح لکھی ہے اور اسے مدونہ
 نے قاہرہ سے ۱۲۳۵ء میں شائع کیا۔ اس کا خلاصہ ابو عبد اللہ محمد بن سماعہ بن عبد اللہ
 النعمانی (۲۲۳ھ) نے بعنوان "الکتاب فی الرزق المسد طلب مکرور" الکتاب الصلیبی
 ۱۲۳۵ء میں شائع کیا۔ یہ صفحات پر ختم ہے اور اس کی نسبت ابن سماعہ کی جانتی ہے
 ۱۳) الخوارج فی الخلیل: ابو یوسف کی ان روایات پر مبنی ہے جو امام ابو حنیفہ سے
 ہے اس کی ابتدا انہوں نے ابو حنیفہ کی تالیف اور ابو یوسف کی روایت سے کی
 ہے۔ شناخت نے اسے شائع کیا ہے۔

۱۴) کتاب امی تازہ تازہ محمد بن حسن اشیائی کے نام سے شائع ہوئی ہے اور دار
 الطبعہ میں ابو یوسف کے نام سے موجود ہے۔ امام محمد بن حسن اس کتاب کے باب میں کہتے تھے
 کہ یہ میری تصنیف نہیں ہے، بلکہ میری تصانیف میں اسے شامل کر دیا گیا ہے۔ ابن ابی
 حمران کا خیال ہے کہ یہ کتاب اسماعیل بن محمد بن ابی حنیفہ کی ہے۔
 ۱۵) کتاب البیضا کے مقدمہ میں کتاب الخلیل کے متعلق فرمایا ہے
 کہ اس سلسلہ میں لوگوں کے اذین اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ امام محمد کی تصنیف ہے

۱۰ تاریخ الفرائض العربی، ۱۱۰۰ء۔ ۱۲ تاریخ الفرائض العربی، ۱۱۰۰ء۔ ۱۳ تاریخ الفرائض العربی، ۱۱۰۰ء۔

۱۴ تاریخ الفرائض العربی، ۱۱۰۰ء۔ ۱۵ تاریخ الفرائض العربی، ۱۱۰۰ء۔

کہ نہیں؟ البوسنیان حمزہ جان فرماتے ہیں کہ اگر کسی کا یہ خیال ہے کہ "المیل" امام محمد کی تصنیف ہے تو یہ حقیقت پر مبنی نہیں ہے کیونکہ اسے بعد اس کے ناقلین نے تصحیح کیا ہے۔ اسی کی بنیاد پر جابل لوگ سند امام محمد سے منسوب کرتے ہیں۔ اگر ہم یہ کہتے ہیں کہ اس امام کی کتاب ان کی تصانیف میں موجود ہے تو اسے جہاں کو تقریر ملے گی اور جسے الکبیر بخاری کا خیال ہے کہ امام محمد کی تصنیف ہے اور یہ انہی سے روایت کی گئی ہے۔ یہاں اسے غرضی کی بھی ہے۔ غرضی کا کہنا ہے کہ اگر ان ہوں سے پہلے کے بعض جلیل کار راستہ اختیار کیا جائے تو یہ چیز جہود علماء کے یہاں ہائز ہے لیکن بعض لوگوں نے اپنے جلیل کی وجہ سے اسے ناپسند کیا ہے کیونکہ کتاب و سنت پر ان کی ہمت کو تھکا نظر ہے۔ غرضی نے کتاب کے مقدمہ میں جواز میل کے مسئلہ پر کتاب و سنت سے متعدد دلائل بیان کئے ہیں اور بتایا کہ وہ حضرات جو جو میل حرام سے دود رہتا چاہتے ہیں اور حلال سے قریب ہونا چاہتے ہیں یہ ایک چھا حاصل ہے۔ لیکن یہ چیز اس وقت تک ناپسندیدہ ہے جب کہ کسی کو اس کے حق سے متنبہ نہ کرنے کے لئے اختیار کیا جائے۔ اگر یہ نیت ہے تو کہ وہ ہے، لیکن مگر معاملہ کے یہ بچے صدق نیت کا رفرما ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

ثانی: مخطوطات

① کتاب الصلوة: یہ مخطوطا مستنبول کی لائبریری میں۔ ۱۱/۱۲ کے تحت فخر حسن میں ۱۳۲۲ ہجری موجود ہے۔

② کتاب الفتاویٰ: بعض فتاویٰ امام محمد کی جانب منسوب کئے گئے ہیں اور ان کے معلق یہ کہا جاتا ہے کہ انہیں امام ابو حنیفہ نے تالیف کیا ہے اس کا اصل مخطوطہ فرانس کے شہر پیرس کی لائبریری "المکتبۃ الوطنیہ" میں ۱۲۵۲۲ کے تحت موجود ہے۔

۴۵) السائل فی العبادۃ أو العبادۃ: اس کتاب کی نسبت امام شیبانی کی جانب
 غیر یقینی ہے اس کا اصل مخطوط قاہرہ کی لائبریری میں ۲۱۱۰۲۱۱ ب کے
 تحت موجود ہے۔

۴۶) المعشر: یہ مشرقات شیبانی کے نام سے مشہور ہے، مشرقات اس لئے
 کہا جاتا ہے کہ ہر حرف ہر دس اشعار میں اور اس کا مطلع اس طرح ہے۔
 اللہ تعالیٰ تحقیق التمام ہوا العبد فی حسن السلوک
 اللہ واحد صمد کریم قدی المجد فی عز البقاء
 اور یہ دس اشعار پرے ہونے کے بعد حرف پ کی باری آئی ہے وہ فرمائی ہیں
 بلا تکلہا والکشف طوبیہا دران جلالہا المعج الحجاب
 اسی طرح ہر حرف کے دس اشعار موجود ہیں، حرف ن کی شے کا آخری شعر ملاحظہ
 ہوا:

یومید سعادت فی دار عدن ولعیدہ لادأفسدہ وأمی
 یتال الفوز من میاق مطیعا اذا ما الوعد والسنہ وان جاسی
 اس کا اصل مخطوط استنبول کی لائبریری میں ۲۱۱۰۲۱۱ ب کے تحت موجود ہے
 لیکن اس کتاب کی نسبت آپ کی جانب مناسب نہیں ہے کیونکہ تقدیم و تجدید
 بہت نگاہوں میں سے کسی نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ ہی کوئی شعر نقل کیا ہے
 لیکن ایک نسب پر جو وہ کہتے ہیں میں انھوں نے عربی زبان و ادب و شعر کی تعلیم
 حاصل کی۔ شاید اسی چیز نے انھیں شعر کہنے کا اہل بنادیا ہو، گو کہ ان کے اندر شعر گوئی
 کی صلاحیت کم تھی اور ایک شاعر کی حیثیت سے علماء کے مابین مشہور نہیں تھے بلکہ

۴۷) تاریخ طرطوط اسری ۱۰۶۰ء میں ایک شخص ملاح کے مطابق یہ مخطوط کتبہ مدینہ
 میں موجود ہے۔ یہاں کی مختلف بحر میں دس اور ان اشعار میں اور غزلیات و نضائے اور
 ترکیبات و قریبات سے جمع ہے۔

ان کی اصل شناخت ایک فقیر کے روئے تھی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ثالث: کتب ملقودہ

بہت سی ایسی کتابیں ہیں جن کے متعلق سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ یہ امام محمد بن حسن کی ہیں لیکن فواد سرکین کے مطابق ان کے اصل منظر طاعت کا پتہ نہیں ہے۔
لاحظہ ہوں۔

۱۔ الجرحانیات: اس کی روایت علی بن صالح الجرجانی نے، م نہایت کم ہے۔
۲۔ الرقیات: یہ وہ ساری روایات ہیں جن کی جزئیات محمد بن حسن نے اس وقت بیان کی تھی جس وقت وہ "الرق" میں تھا حتیٰ کہ۔ ان کی روایت محمد بن سمان نے امام سے کی جو امام کے ساتھ "الرق" میں ایک طویل عرصہ تک رہے۔

۳۔ الکلیسات: اس کی روایت امام سے شعب بن سلیمان الکلیسانی نے کی ہے اور طحاوی نے سلیمان بن شعب سے، انھوں نے اپنے والد سے اور والد نے امام سے جزامانی اس کا ایک جزا رکھے۔

۴۔ النوادر: اس کی ایک روایت بایزید بن رستم سے ایک ابن سمان سے اور ایک روایت ہشام ابن عسید الشافعی سے ہے یہ مسائل مذہب میں نوادر کی حیثیت رکھتے ہیں گئے۔

۵۔ النہار: اس کے متعلق کوئی اشارہ نہیں ملتا ہے۔
فواد سرکین نے اپنی کتاب میں غریبی کی کتاب "الاصول" کے حوالہ سے ایک فقہی کتب کے مجموعہ کا ذکر کیا ہے جو اسٹارہ کتب پر مبنی ہے، ممکن ہے کہ یہ اصول غریبی

۱۔ بلوغ الامانی: ص ۶۵ ۲۔ ایضاً: ص ۶۳۔

۳۔ ایضاً: ص ۳۳ ۴۔ ایضاً: ص ۶۵۔

۵۔ ایضاً: ص ۶۵ ۶۔ جامعہ مسائل العسلی: ص ۶۲۔

نے کتاب الاصل (البسوط) سے نقل کیا ہو، ایک قول یہ ہے کہ امام محمد نے یہ (لو اب
فقد کے لئے ایک مستقل کتاب تصنیف کی اور آخر میں انھیں ایک کتاب کی صورت
میں جمع کر دیا۔ جس کا نام؟ الاصل (البسوط) ہے اور اس کا ذکر کتاب البسوط کی
اس فصل میں آچکا ہے۔

امام محمد کی تالیفات کے استقصاء کے لئے ہم ان کی ان کتب کا بھی حروف
تہجی کے اعتبار سے ذکر کریں گے جن کا ذکر دوسرے کتب نے ذکر کیا ہے۔ مثلاً کتاب
اب القاضی، کتاب الاستحسان، الآثار، الاکرام، البیوع، المنقرض، الحدود،
الدور، السرقة، الشرب، الشکر، کتاب الشہادۃ، الصوم، الطلاق، النکاح، المصارف،
الصلیۃ

اس کے باوجود بھی یہ کہنے کا حق نہیں کہ اس معیار و نشور کی تمام کتب کا
میں نے مطالعہ کر لیا ہے لیکن مسلمات کی حد تک میں نے کسی کوتاہی کا ثبوت نہیں
دیا ہے۔

چوتھا باب

» الجامع الصغیر — ایک مطالعہ

- ۱۔ صحت کتاب
- ۲۔ صحت عنوان
- ۳۔ سبب تالیف
- ۴۔ مصادر کتاب
- ۵۔ کتاب کا علمی مقام
- ۶۔ الجامع الصغیر کا اسلوب

الجامع الصغير - ایک مطالعہ

صحت کی کج نسبت

ہم تمام کتابوں میں جو اس بار بھی ہماری نظر گذر کر ہے ان میں کتاب الجامع الصغير کو ذکر کرتا ہے۔ اسی طرح دنیا کی جتنی لائبریریوں میں الجامع الصغير کے خطوط موجود ہیں ان کے ساتھ امام کا نام بھی لکھا ہے یا جتنے ایڈیشن اس کتاب تک پہنچے ہیں وہ امام کے نام سے منسوب ہیں چاہے یہ ہندوستان میں خالص ہو یا شام و مصر میں۔ تمام تر ایڈیشن اپنے کسی شک و شبہ کے آپ سے منسوب ہیں۔ یہ غلط ہونا عادی کے موضوع پر ہے۔

صحیح عنوان

پہلی چیز تمام خطوط اور مطبوعات پر وارد ہوتی ہے کہ کیا اپنے مضامین کے لحاظ سے جو عنوان درست ہے۔ اسی طرح یہاں بھی دیکھا جائے گا کہ کیا یہ عنوان موضوع کے مناسبت سے صحیح ہے، تمام مآخذ میں کے نزدیک ہی عنوان متن کے ساتھ ہے۔ کسی کے یہاں اس سلسلے میں اختلاف نہیں پایا جاتا

سبب تالیف

شمس الما کر ابو بکر محمد بن محمد بن ابی شمس میں رقم طراز ہیں کہ الجامع الصغير تالیف یہ ہے کہ وہ جب اپنی تمام کتب کی تالیف سے فارغ ہوئے تو امام ابو یوسف نے ان سے مطالبہ کیا کہ ایک ایسی کتاب ترتیب دیں کہ جس میں ان سے روایت کردہ احادیث جو امام اعظم سے مروی ہیں اپنے ملاحظہ بنیاد پر جمع کر دیں۔ چنانچہ جمع کرنے کے بعد اسے امام یوسف کے حضور میں پیش کیا تو دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا اگر اس حد

اچھا سا نقطہ ہے۔ لیکن تین مسائل میں غلطی نظر آتی ہے تو امام محمدؒ نے فرمایا کہ غرض یہ میری غلطی نہیں ہے بلکہ آپ روایت کو بھول گئے ہیں۔

۴۔ مصادر کتاب

۱۔ الجامع الصغیر میں امام محمدؒ نے امام ابو یوسفؒ سے اپنی روایات کو پہلا مصدر قرار دیا ہے، یہ ان مجموعہ معلومات پر مشتمل ہے جس کی روایت انھوں نے امام ابو یوسفؒ سے کی تھی اس لئے ہر باب کا آغاز درج ذیل عبارت: محمد بن یعقوب بن ابی حنیفہ سے ہوتا ہے۔ لی المناقب لابن التبریزی میں مذکور ہے کہ محمدؒ سے کہا گیا کہ کیا۔ الجامع الکبیر کو آپ نے ابو یوسفؒ سے سماعت کیا ہے؟ تو انھوں نے کہا کہ بخدا میں نے اس کی سماعت ان سے نہیں کی ہے، وہ لوگوں کے مقابلے میں اس سے کہیں زیادہ باخبر تھے۔ یہی الجامع الصغیر تلو میں نے اس کی سماعت ان سے کی ہے۔

۵۔ کتاب کا علمی مقام

علی القمیؒ نے ذکر کیا ہے کہ ابو یوسفؒ اپنی تمام ترجیحات شان کے باوجود۔ الجامع الصغیر کی اہمیت کا اعتراف کرتے تھے۔ احمد بن علی الرازی نے اس کتاب کی عظمت کا اعتراف ان نظروں میں کیا کہ جس نے اس کتاب کو کھلوا گویا ہمارے اصحاب میں زیادہ کھرا ہے اور جس نے اسے حفظ کر لیا وہ ہمارے اصحاب میں سب سے بڑا حافظ ہے، ہمارے قدیم شیوخ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ کسی کو منصب قضا پر نہیں بٹھاتے تھے جب تک کہ اس کا پورے طریقے سے امتحان نہ لے لیں لیکن اگر وہ۔ الجامع الصغیر کا حافظ ہے تو اسے بغیر کسی امتحان کے منصب قضا پر بٹھا دیتے تھے اور اگر وہ حافظ نہیں ہے تو اسے اس کتاب کا حفظ کرنے کا حکم دیتے تھے۔ اسی لئے

۱۔ متعدد روایات الکبیر میں ۳۲۔ المناقب لابن التبریزی الکبیر ص ۱۲۵۔

۲۔ المناقب۔ ابن التبریزی الکبیر ص ۱۲۵۔

علماء کرام کے نزدیک اس کی بہت اہمیت ہے اور قابلِ قدر علمائے اس کی شرحیں
لکھی ہیں۔

۲۔ الجامع الصغیر کا اسلوب

یہ کتاب پانچ لاکھ تیس مسائل پر مشتمل ہے اور اس کے چالیس بابوں میں اور پانچ
موضوع ہر باب کے مسائل میں اضافہ اور کمی ہوتی رہی ہے۔ ہر باب کی ابتدا احمد بن یعقوب بن
ابن حنیفہ سے ہوتی ہے اس میں فقہی علقیں بیان نہیں کی گئی ہیں اور کتاب وسنت نیز
اجماع و قیاس کی بنیاد پر دلائل نہیں دیئے گئے ہیں۔ ایک سو ستر مسائل میں ان کے اشتقاق
کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر وہ مسئلہ کے کہیں قیاس اور استحسان کا ذکر نہیں بلکہ فیج الجملی
فرماتے ہیں کہ اس کتاب کے بیشتر مسائل بڑی تفصیل سے ذکر کئے گئے ہیں اور کتاب کے
مسائل میں حصول میں تقسیم کئے گئے ہیں۔

پہلی قسم ہدایات پر مبنی ہے۔ دوسری قسم کے مسائل کتابوں میں موجود ہیں،
لیکن یہ چیز نہیں چلتا کہ یہ جواب ابو حنیفہ کا ہے یا کسی اور کا۔ لیکن یہ واضح ہے کہ ہر
فصل کا جواب ابو حنیفہ کے قول پر مبنی ہے۔ تیسری قسم ہے کہ مسائل کا اعادہ ان الفاظ
سے نہیں کیا گیا ہے جو عربی فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔

اس کتاب کی روایت امام محمد بن ابی نایان اور محمد بن سماع سے ہے، کتاب
کی تمام معلومات کو امام محمد بن حسن نے جمع کیا ہے لیکن ترتیب و تہریب کا کام انھوں
نے خود انجام نہیں دیا ہے کتاب کے مقدمہ میں مذکور ہے کہ محمد بن حسن نے فقہ کے
موضوع پر الجامع الصغیر کے نام سے ایک کتاب تصنیف کی اور اس میں چالیس
فقہی کتابوں کو جمع کیا لیکن کسی کتاب کی تہریب کا فریضہ خود انجام نہیں دیا۔
جس طرح کرا انھوں نے بذاتِ نفس کتاب الطبسطہ کی تہریب کی تھی۔ الجامع الصغیر
کی تہریب اور ترتیب فقیر ابو الطاهر اللہ اسلمی انجام دی۔ تاکہ طلبہ کو اسے حفظ کرنے

میں سہولت ہو۔ الحسن بن احمد الاصفہانی کی سیرت بحوالہ الاصفہانی البھیة فی تراجم الخلفیة میں مذکور ہے کہ وہ قابل اعتبار امام تھے۔ انہوں نے عمر بن حسن کی الجامع الصغیر کو چند سلیقے سے ترتیب دیا۔ بالخصوص باب درست سے مذکور روایات ابواب کے تحت مذکور نہیں تھیں۔ انہیں ابواب کے مطابق ترتیب دیا۔